

ذی الحجۃ ۱۴۴۳/جولائی 2022



عید الاضحی مبارک






گنجے بکرے..... ایک ہنستی مسکراتی تحریر


بکرا ڈیڑھ لاکھ کا..... ایک اچھوتی کہانی


چچا مجبور کا بکرا..... شرارت سے بھرپور آپ بیتی

بچے تو سبھی ہیں بہت اچھے
مگر سب سے اچھے مسلمان بچے

سب سے منفرد اور کثیر الاشاعت

ماہنامہ
مسلمان بچے
لاہور

شمارہ 12

ذی الحجۃ ۱۴۴۳ھ بمطابق جولائی 2022ء

جلد 15





قیمت فی شمارہ
60 روپے
سالانہ زرتعاون
720/= روپے

اپنی کہانیاں اور مضامین صرف اس پتے پر ارسال فرمائیں
پوسٹ بکس نمبر 15 جی پی او بہاولپور

ترسیل رقم اور حصول کیلئے

مکتبہ ابن مبارک 37-حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
موبائل 0322-5140485

پبلشر محمد زاہد نے علی پریس لاہور سے چھپوا کر تقسیم کیا

اس شمارے میں

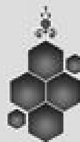







اس کے علاوہ مستقل سلسلوں کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ۔۔۔۔

فرمان باری تعالیٰ



فرمان رسول اکرم ﷺ

اور جب ایسا ہوا تھا کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا ایسی ہستی کو خلیفہ بنایا جارہا ہے جو زمین میں خرابی پھیلائے گی اور خوں ریزی کرے گی؟ حالانکہ ہم تیری حمد وثناء کرتے ہوئے تیری پاکی اور قدوسی کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے کہا، میری نظر جس حقیقت پر ہے تمہیں اس کی خبر نہیں۔

(سورہ بقرہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے:

میری امت میں ایک جماعت (ایک طائفہ) ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی، انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اس کا ساتھ چھوڑنے والے نہ ان کی مخالفت کرنے والے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ (قیامت) آجائے اور وہ (جماعت) حق کی حمایت پر قائم ہوگی۔ (بخاری)

حمد باری تعالیٰ

واحد ہے، بے نیاز و بے اولاد و آل ہے
تو ربِ کائنات ہے اور ذوالجلال ہے

ہر شے میں اس جہاں کی جو حسن و جمال ہے
تیری ہی صنعتوں کا یہ روشن کمال ہے

احسن ہے کون تیرے سوا خالقین میں
کاریگری میں تیری بڑا اعتدال ہے

سیارے سارے رہتے ہیں اپنی حدود میں
شمسی و قمری نظم ترا بے مثال بہر

اک دوسرے کو لے نہیں سکتے گرفت میں
سیار گان میں کہاں اتنی مجال ہے

قائم ہے تیرے حکم سے ہی ان کی گردشیں
ورنہ یہ کام اصل میں امرِ محال ہے

وہ التجا ہے حسبِ ضرورت ہی دے اسے
ساحل کا تیرے آگے جو دستِ سوال ہے

نعت رسول مقبول ﷺ

انتخاب: محمد معاویہ

نبی کا رُخ نور بار اللہ، اللہ
رسالت کا یہ شاہکار اللہ، اللہ

خیال نبی کی بہار اللہ، اللہ
تجلی کی جیسے پھوہار اللہ اللہ

ہیں سلطاں مگر بے نواؤں کے حامی
بایں شان یہ انکسار اللہ، اللہ

تجلی ہے معراج والے کی دل میں
میری حسرت باوقار اللہ اللہ

شمیم گل باغ جنت ہو جیسے
وہ اللہ کے پیارے کا مینار اللہ اللہ

خطاؤں کے بدلے ہیں، پیہم عطائیں
یہ ہیں بخششیں بے شمار اللہ اللہ

مئے حُبِّ احمد سے بے خود ہوں عبرت
میرا نشہ بے خمار اللہ، اللہ

ایک دعاء یاد کیجیے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَوَاضَعَ کُلُّ شَیْیءٍ لِعَظْمَتِہٖ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ذَلَّ کُلُّ شَیْیءٍ لِعِزَّتِہٖ

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی عظمت کے سامنے ہر شے جھکی ہوئی ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی عزت کے سامنے ہر چیز ذلیل اور تابع ہے۔

ایک حدیث یاد کیجیے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

لَا سَھْمَ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّا وُضُوْءَ لَہٗ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اُس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وضو کی نماز نہیں ہوتی۔ (البزار الحاکم)

تخت نہ دربار بچے گا

ہمشیرہ بابر آفریدی شہید

انصاف عدالت سے ملے گا یہ سنا ہے
اب زور کسی کا نہ چلے گا یہ سنا ہے
فریادی کی فریاد اگر رات کو پہنچی
دروازہ عدالت کا کھلے گا یہ سنا ہے

انصاف کی دیوی نے یہ اعلان کیا ہے
اب کوئی ستم گر نہ بچے گا یہ سنا ہے

اب حاکم و محکوم میں تفریق نہ ہوگی
اب کوئی کسی سے نہ ڈرے گا یہ سنا ہے
اب تھانے کے اندر بھی پٹائی نہیں ہوگی
نہ کوئی سرِ عام پیٹے گا یہ سنا ہے

اس شہر کے حاکم نے سرِ عام کہا ہے
اب کوئی بھی بھوکا نہ مرے گا یہ سنا ہے

آقائے صلیبی کے غلاموں نے کہا ہے
ہر گھر میں دیا گھر کا جلے گا یہ سنا ہے
معلوم نہیں اس میں صداقت ہے کہاں تک
ہر چاک گریبان سلے گا یہ سنا ہے

سلطان جمہور کا آئے گا زمانہ
پھر تخت نہ دربار بچے گا یہ سنا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور جہنم کی گرمی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ مسنون دعاء کا اہتمام کریں۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّار

دنیا کی گرمی سے جب پریشانی ہو یہ دعاء ضرور مانگنی چاہیئے۔

گناہوں کا چلن عام ہو جانا اور ان سے توبہ نہ کرنا ہر آسمانی مصیبت کا اصل سبب ہے ،اس کے ساتھ بے قابو حرص اور دنیا کے بارے میں مزید اور مزید کی سوچ کے زہر اثر انسانوں نے نظامِ فطرت کے ساتھ جو چھڑ چھاڑ کی ہے اس نے گرمی کے عذاب کی صورت اختیار کر لی ہے، جنگلات کی بے دریغ کٹائی، زرعی زمینوں کی اندھا دھند پلاٹنگ اور شہروں میں لوہے اور کنکریٹ کے انبار کھڑے کر کے زمین کا درجہ حرارت اور موسموں کا نظام بے قابو کر کے اپنے لئے گرمی، قحط، خوراک کے بحران اور نہ جانے کن کن مصیبتوں کو آواز دے رکھی ہے اور اب بھی ان اسباب کو ختم کرنے کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ نہ ان گناہوں سے توبہ کی جارہی ہے جو اس عذاب کی بنیاد ہیں بلکہ وہ تو مزید پھیلتے جارہے ہیں اور ان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور نہ ہی نظام فطرت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بند کی جارہی ہے۔ درخت اسی طرح ذبح ہو رہے ہیں، کھیت کھلیان اس شدت سے برباد کئے جارہے ہیں۔ لوہا اور کنکریٹ روزانہ زمین کی رگوں میں اتارا جارہا ہے اور اسے ترقی کا نام دے کو مقابلے بازی کی فضا بنائی جارہی ہے۔ یوں موسم ہر شکل میں عذاب بن کر ٹوٹ پڑا ہے گرمی ہے کہ جھلسا کر مار رہی ہے۔ فصلوں کو پکانے کی بجائے جلا رہی ہے اور روزی رسانی کی بجائے قحط کا سبب بن رہی ہے اور جب بارشیں برسیں گی تو ابھی سے بتایا جارہا ہے کہ بدترین سیلاب آئیں گے اور بستیاں تباہ ہوں گی۔

یا اللہ! آپ سے رحمت کا سوال ہے۔

آئیے! ہم اپنے حصے کا کام تو کر گزریں۔

۱) سچی توبہ اور کثرت استغفار

۲) درختوں کی حفاظت کریں، نئے لگائیں اور پرانے بچائیں۔

۳) اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم، پانی پلائیں انسانوں کو، پرندوں کو جانوروں کو، سایہ فراہم کریں، لباس فراہم کریں اور جس طرح بھی ہو سکے مدد اور رحمت کا مظاہرہ کریں۔

۴) دوسروں کو ان کاموں کی طرف متوجہ کریں۔

ہماری کوشش زمین کے حالات نہ بھی بدل سکی اتنا تو ضرور ہو گا کہ ہم مجرموں میں شمار ہونے سے بچ جائیں گے ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

آپ کا بھائی جان

ابو لبابہ

گر نیت خالص ہو تو



سعدیہ محبوب الرحمن

''اب کے بار ہماری گائے سب سے اونچی، سب سے موٹی، سب سے نرالی ہوگی دیکھنا'' داؤد کاظمی نے کالر جھاڑتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا

''پر......قربانی تو......''

''بس...... ! مجھے پتا ہے تم کیا کہنا چاہتی ہو'' داؤد کاظمی نے ترش روی سے اپنی اہلیہ کو ڈانٹ دیا

''جانتا ہوں میں سب! قربانی اللہ کی رضا، اللہ کی خوشنودی و قرب حاصل کرنے کے لیے کی جاتی ہے لیکن! لوگوں کو بھی تو پتا چلے نا کہ داؤد کاظمی کا دل کتنا بڑا ہے، اس کے پاس کتنی مال و دولت ہے......''

''یہ مال و دولت بھی تو اللہ نے دی ہے ناں......؟ اور اس لئے نہیں دی کہ دکھاوا کیا جائے...... اللہ کے راہ میں کچھ بھی خرچ کرتے ہوئے......''

''ہاں ہاں اب بس کرو! یہ دقیانوسی باتیں کم از کم میرے سامنے نہ کرنا'' ایک بار پھر ڈانٹ کر اپنی اہلیہ کو خاموش کروادیا

''بھئی اگر اللہ نے مجھے اتنے سارے مال و دولت سے نوازا ہے تو اسے لوگوں کو بھی تو دیکھنا چاہئے ناں! اگر میں نہیں دکھاؤں گا تو لوگوں کو کیسے پتا چلے گا کہ اللہ نے مجھے اتنی ساری نعمتوں سے نوازا ہے۔

میں جو بھی کرتا ہوں خوش ہو کر کرتا ہوں صرف اللہ کے لئے، آخر اللہ کی نعمتوں کا شکر و اظہار بھی تو ہونا چاہئے ناں......''

''اللہ کے نعمتوں کی شکر و اظہار کا طریقہ یہ تو نہیں ہے جس طرح آپ کرتے ہیں، آپ تو......''

''بس! اب خدا کے لئے چپ ہو جاؤ......! تم بہت بھولی اور معصوم ہو، مجھے تم سے زیادہ اور بہتر پتہ ہے'' داؤد کاظمی نے زچ ہو کر کہا...... جواباً وہ ملامتی نظروں سے دیکھتے ہوئی کچن میں گم ہوگئی...... داؤد کاظمی کی اپنی الگ منطق تھی

............*

''بابا......! بابا......! یہ دیکھیں گلک...... یہ پیسے میں نے قربانی کے جانور کے لئے جمع کیے ہیں۔ اب میں بھی قربانی کروں گا......'' آٹھ سالہ محمد تقی نے اپنے تئیں خوش ہو کر کہا...... خوشی کے سارے رنگ اس کے ننھے چہرے پر عیاں تھے۔ داؤد کاظمی نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لی کہ یہ

ساری کارستانی اس کی اہلیہ کی ہے، وہ اس سے کسی اور وقت اچھی خاصی کلاس لینے کا سوچ کر چہرے پر قدرے نرمی اور مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

''ارے بیٹا! یہ آپ نے کیوں جمع کئے؟ پیسے تو ہم آپ کو اس لئے دیتے ہیں کہ آپ اسے اپنے اوپر خرچ کریں اپنی من پسند چیزیں خریدیں، کھائیں اور عیش کریں، قربانی کرنے کے لئے تو آپ کے باباکے پاس بہت سارے پیسے ہیں، دیکھنا میں اس بار سب سے بڑا جانور لاؤں گا'' یہ سن کر بھی ننھے تقی کو کوئی خوشی نہیں ہوئی۔

''آج سے آپ کوئی پیسہ جمع نہیں کرینگے، یہ پیسے تو غریب لوگ جمع کرتے ہیں۔''

''پر امی تو کہتی ہے کہ......''

''بس بیٹا! آپ ابھی بچے ہو اور بچوں کا کام کھیلنا کودنا، کھانا پینا ہے، ابھی آپ کی عمر نہیں ہے یہ پیسے جمع کرنے کی ٹھیک ہے ناں؟'' اس نے بیٹے کا گال تھپتھپایا...... اس کا خوشی سے دمکتا چہرہ بجھ سا گیا۔

''جاؤ بیٹا! اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو!'' سعادت مند بیٹا ''جی بابا!'' کہہ کر گلک کو سینے سے لگائے بجھے دل کیساتھ کمرے کی طرف لوٹ گیا۔

............*

قربانی میں فقط چار دن باقی تھے...... داؤد کاظمی آخر اونچا لمبا تگڑا جانور لے ہی آئے...... جو بھی دیکھتا تعریف کے پل باندھتا...... اس کے شان میں قصیدہ پڑھتا جس سے اس کا سینہ فخر سے مزید چوڑا ہو جاتا۔ وہ جانور کو لے کر گلی گلی گھماتا...... لوگوں کی ستائش بھری نظروں کو دیکھ کر وہ من ہی من بے انتہا خوش ہوتا۔

لیکن قدرت کو یہ نمود و نمائش پسند نہیں آئی سو اس کا لمبا چوڑا تگڑا جانور دن بدن کمزور ہوتا گیا۔ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔

داؤد کاظمی یہی کہتا رہا کہ لوگوں کی بری نظر لگ گئی ہے۔ جانور کی حالت دیکھ کر اس کا سکون غارت ہوگیا۔ اب تو قربانی میں ایک دن رہ گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر ایک دن میں کیا کریں، اس نے مختلف ڈاکٹروں سے رجوع کیا لیکن معاملہ جوں کا توں رہا مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق۔

ادھر جانوروں کے ریوڑ میں ''مونو'' بھی اداس کھڑا تھا، اسے بھی اپنے مالک کی ریاکاری والی ادا ذرا بھی پسند نہیں آئی۔ اس نے خود جان بوجھ کر کھانا پینا چھوڑ رکھا تھا، اسے اداس دیکھ کر اس کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی بولا:

''ارے مونو......! تم کیوں اداس ہو اور کھانا پینا کیوں چھوڑ رکھا ہے؟''

یہ سن کر مونو نے ایک سرد آہ بھری، آنسو اس کے آنکھوں میں جھلملانے لگے۔

''بس کیا بتاؤں؟ میں اپنے مالک سے ناراض ہوں بہت، مجھے ان کا دکھاوا بالکل نہیں پسند میں اپنے مالک کو سبق سکھانا چاہتا ہوں اس طرح...... تاکہ وہ سدھر جائے......''

ادھر کاظمی صاحب کا مارے پریشانی سے برا حال تھا، ہر کوئی اپنے اپنے سوچ کے مطابق مشورہ دینے

لگے۔ایک صاحب نے نادر مشورہ یہ دیا۔
''ارے بھائی! کیوں پریشان ہوتے ہو، آپ کو اللہ نے اتنا مال ومتاع سے نوازہ ہے، آپ اس کو چھوڑیں دوسرا جانور لے آئیں''
''ہمم''اس نے پرسوچ انداز میں ہنکارا بھرا اور دل ہی دل میں بڑبڑایا۔
''ہونہہ...... اللہ نے مجھے اتنا سارا مال اس لئے نہیں دیا کہ تم جیسے بیوقوفوں کے مشورہ سن کر اپنا مال داؤ پہ لگادوں۔اپنا نادر مشورہ اپنے پاس ہی رکھو......!''
''کیا سوچ رہے ہو اتنا...... مجھے پتا ہے تم نہیں لاؤ گے دوسرا جانور کیونکہ تم صرف دکھاوے کے سخی ہو دل کے نہیں اور جو دل کے سخی ہوتے ہے وہ سوچتے نہیں زیادہ'' کوئی اس کے پاس چیخا، ساتھ ہی کسی نے اس کا کندھا زور زور سے ہلایا۔
''جی، جی، کیا ہوا......؟'' وہ بڑبڑایا
''ارے بھائی! کب سے بلا رہا ہوں آپ پتا نہیں کہاں چلے گئے......''
''ہمم...... کچھ نہیں بس قربانی کے بارے میں سوچ رہا تھا''
''اچھا......!! گر ہو سکے تو اپنی نیت کے بارے میں بھی سوچیے گا......''
''نیت کے بارے میں......؟''اس نے آبرو اچکایا
''جی بھائی! نیت کے بارے میں''
''مطلب......؟''وہ بیزار ہوا
''مطلب کے آپ نے جانور لاتے وقت کیا سوچا تھا ،اس بارے میں آپ نے کیا نیت کی تھی......؟ ظاہر ہے بھئی قربانی کا مہینہ ہے تو قربانی کا ہی سوچا تھا''
''نہیں اس کے علاوہ بھی اور کچھ سوچا ہوگا آپ نے ضرور......''
''اچھا! مجھے تو یاد نہیں آرہا اور کیا کیا سوچا تھا میں گھر جا کر یاد کرتا ہوں''اس بار وہ قدرے نرمی سے گویا ہوا اور اللہ حافظ کہتا کاظمی صاحب بڑے عجلت میں گھر میں داخل ہو کر بیڈ پر دراز ہوگیا...... اور سوچوں کے تانے بانے بننے لگا۔اس کی اہلیہ نے کمرے میں جھانک کر دیکھا اور اس کو سوچوں میں ڈوبا دیکھ کر واپس چلی گئی۔
داؤد کاظمی سوچوں کے سمندر میں ڈبکی لگا تا سوچتا چلا گیا...... بالآخر اسے جواب مل ہی گیا کہ اس سے کیا غلطی سرزد ہوئی ہے......اس کی نیت میں فتور تھا......فخر دکھلاوا کھوٹ تھا، تبھی اللہ نے اسے اس کا انجام بھی دکھا دیا......
پھر وہ اپنی نیت پر بے حد شرمندہ ہوا اور رب کے حضور گڑ گڑا کر معافی مانگنے لگا۔
اسے اب معلوم ہوگیا کہ اس کی اہلیہ ٹھیک کہتی تھی کہ قربانی صرف اللہ کی رضا کے لیے کی جاتی ہے۔نمود ونمائش ،تعریف حاصل کرنے کے لئے نہیں...... اللہ کے راہ میں تو مال ایسے خرچ کرنا چاہئے کہ سیدھے ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہو۔بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے مال و دولت کو نہیں دیکھتا......وہ تو تقویٰ دیکھتا ہے، ہمارے دلوں کو ہماری نیتوں کو دیکھتا ہے اور بیشک اللہ ہر شے سے باخبر ہے۔
............*

گنجے بکرے

سائرہ شاہد

"بکرے نہیں آئے؟"
اسکول سے آتے ہی گولو مولو سے حارث نے اپنا بستہ رکھا اور ہفتوں سے دہرایا جانے والا سوال کیا۔ دادی اور امی نے آج بھی فوراً سے پہلے "نہیں" میں جواب دیا اور اپنے اپنے کام میں مصروف نظر آنے کی کوشش کی۔

وہ حارث کے روز کے سوالوں سے تھک چکی تھیں، حارث کے بابا ہر بار منڈی جاتے لیکن اُنہیں اپنی پسند کے خوب صورت اور موٹے تازے بکرے نہیں مل رہے تھے۔

"دادو جانی! ہمارے بکرے کیوں نہیں آ رہے؟"

دادی نے اپنی عینک درست کی اور گلا کھنکارتے ہوئے بولیں:

"ہمارے بکرے بن رہے ہیں نا۔۔۔ بس اس لیے کچھ دن لگیں گے"

اس بات پر امی نے حیرت سے منہ کھول کر اپنی ساس کو دیکھا جو اکلوتے پوتے کے سوالوں میں بری طرح پھنسنے والی تھیں۔

"کس دکان پر بن رہے ہیں؟ میں ابھی جا کر کہتا ہوں کہ ہمارے بکرے جلدی بنائیں"

دادی اور امی مسکرائیں اور پھر امی نے جواب دیا:

"دکان پر نہیں، اللہ جی کے پاس بن رہے ہیں"

جواب سن کر حارث کے ہونٹ پھیلے اور پھر اس نے دعاء کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔

"میرے پیارے اللہ جی! میرے بکروں کو بہت پیارا بنائیے گا۔آپ کو پتا ہے؟ اسد اور اویس کے بکروں کے لمبے لمبے بال ہیں، ان کو گرمی بھی لگتی ہے اس لیے آپ میرے بکرے گنجے بنائیے گا کیونکہ گرمی بہت ہے ناں" حارث کی بات پر جہاں دادی اور امی نے قہقہہ لگایا وہیں گھر کے اندر داخل ہوتے ابو نے بھی اس کی بات سن لی۔

"واہ حارث میاں! آپ کے بابا جان صبح سے پیارے بکرے تلاش کر رہے ہیں لیکن آپ کو گنجے بکرے ضرورت ہیں"

بابا کی آواز سُن کر حارث بھاگ کر ان کے پاس گیا اور بولا:

"بابا! اللہ جی ہمارے بکرے بنا رہے ہیں ناں۔ اس لیے میں دعاء مانگ رہا تھا"

بابا نے اسے پیار کیا اور ہاتھ پکڑ کر اندر آگئے۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ذرا پانی لادیجیے گا"

حارث کے بابا نے دادی کو سلام کیا اور ان کے قریب بیٹھتے ہوئے حارث کی امی کو آواز دی۔

"بابا! آپ کو گرمی لگی ہے نا اس لیے میں کہہ رہا تھا کہ ہمارے پیارے بکروں کو گرمی نہ لگے"

بابا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کے بال بکھیرتے ہوئے پوچھا:

"آپ کو بھی گنجا کرادیں؟"

حارث نے جلدی سے ٹوپی اُٹھائی اور اپنے سر پر رکھتے ہوئے بولا:

"مجھے گرمی نہیں لگ رہی بابا!"

بابا مسکرا کر پانی پینے لگے اور حارث ان کے قریب بیٹھ گیا۔

"بابا! بکروں کی ٹانگیں تو بن گئی ہوں نا؟"

بابا نے کہا:

"جی جی بن گئی ہوں گی کچھ دن تک پورے بن جائیں گے"

حارث کو اس وقت تسلی ہوگئی لیکن روز اسکول سے آکر بکروں کا سوال اور اس کے بعد سارے سوالات کی پٹاری ہوتی تھی۔

آخر کار عید سے پانچ دن پہلے خوب صورت سفید لیکن گنجے بکرے مل ہی گئے جنہیں دیکھ کر حارث بہت خوش ہوا۔ منڈی میں یہ بکرے نظر آئے تو حارث کے بابا کو حارث کی بات یاد آگئی اس لیے انہوں نے خوشی سے وہ خرید لیے۔ بکرے بیچنے والے تاجر نے انہیں بہت دعائیں دیں کیونکہ وہ کئی دن سے آرہا تھا لیکن بچوں یا بڑوں کسی کو بھی ایسے بکرے پسند نہیں آرہے تھے۔ حارث روز ان کی دیکھ بھال کرتا، انہیں پانی پلاتا اور چارہ ڈالتا تھا۔ کبھی وہ ان کی رسی تھام کر پورے گھر کا چکر لگواتا تھا اس دوران گھر میں جو گند ہوتا تھا اس کی ذمہ داری بھی حارث کی اپنی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہو بیٹا! میں خود صاف کرلوں گی"

امی نے حارث کے ہاتھ میں جھاڑو دیکھا تو آواز

لگائی۔ سارے گھر میں گھاس بکھری ہوئی تھی جسے سمیٹنے کے لیے حارث تیاری کر رہا تھا۔

"نہیں امی! یہ میرے بچے ہیں ناں۔ اس لیے میں خود صاف کروں گا"

"بچے نہیں بکرے" دادی نے مسکراتے ہوئے کہا

"بکرے ہیں لیکن بچے ہیں۔ اللہ جی نے انہیں میری دعاء کی وجہ سے بنایا ہے ناں" حارث نے اُنہیں گھور کر دیکھتے ہوئے کہا

دادی نے دائیں بائیں سر ہلایا کہ حارث سے جیتنا مشکل ہے۔ ایسے ہی کچھ دن گزر گئے اور عید کا دن آگیا۔

"چاچا جی! یہ آپ چھری کو کڑچ کڑچ کیوں کر رہے ہیں؟" حارث نے قصائی سے سوال کیا تو وہ بولا:

"تمہارے بکرے ذبح کرنے ہیں ناں۔ اس لیے چھری تیز کر رہا ہوں"

جواب سن کر حارث نے دوڑ لگائی اور بکروں کو کھول کر اپنے پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ بکرے گرے پڑے تھے اس لیے شور کرنے لگے۔

"چپ کرو، شور کرو گے تو مارے جاؤ گے۔"

اس نے منہ پر انگلی رکھ کر بکروں کو شور سے منع کیا وہ بھی جیسے اس کی بات سن رہے تھے۔ دونوں بکرے خاموشی سے لیٹ گئے اور حارث کو بھی نیند آگئی۔ سارے گھر میں اس کی تلاش کی گئی لیکن حارث اور بکرے غائب ہو چکے تھے۔

کچھ دیر بعد ایک بکرا پلنگ کے نیچے سے نکل کر بولنے لگا تو سب نے دیکھا کہ حارث بھی آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھ رہا ہے۔ بابا نے اسے سمجھایا کہ

"حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم پر اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لگے تھے۔ تب اللہ پاک نے ان کی جگہ ایک مینڈھا بھیج دیا تھا۔ اللہ پاک کو ان کی قربانی اتنی اچھی لگی کہ اب ہم سب مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا گیا ہے"

بابا کی بات سن کر حارث نے پیار سے دونوں بکروں کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا:

"میرے پیارے بچو! اللہ کی راہ میں قربان ہو جاؤ!"

بابا اس کی بات پر مسکرائے اور اسے بہت سارا پیار کیا۔ حارث کمرے میں جا کر بیٹھ گیا کیونکہ وہ اپنے پیارے بکروں کو ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے خوشی خوشی گوشت بانٹا۔ حارث جب بھی بکروں کے گوشت کا سالن یا کوفتے، کباب کھانے لگتا تو اس کے کانوں میں بکروں کی آوازیں گونجنے لگتیں لیکن وہ اللہ کی رضا میں راضی تھا۔

............*

محمد فاروق

اتباعِ سنت کا معیار کیسا ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں جس چیز کا حکم دوں اسے مانو اور جس چیز سے روک دوں اس سے رک جاؤ۔ (سنن ابن ماجہ)

عرفان حیدر



چچا مجبور کا بکرا

''ارے ببلو! وہ دیکھو سامنے بکرا کھڑا ہے۔آس پاس کوئی بھی نہیں ہے۔'' ایک گندمی رنگت والے آدمی نے اپنے ساتھی سے کہا

''ہاں پپو! موقع اچھا ہے چلو اُٹھا لیتے ہیں بکرا'' دوسرے آدمی نے اسے بخوشی جواب دیا

وہ دونوں آگے بڑھے۔ سامنے درخت کے ساتھ ایک سفید بکرا بندھا ہوا تھا۔ پپو نے تیزی سے اس کے قریب جا کر اس کی رسی کھولی، جبکہ ببلو ادھر ادھر نظریں دوڑا رہا تھا کہ کہیں کوئی انہیں دیکھ نہ لے۔ پپو نے بکرے کی رسی پکڑی اور وہ دونوں اسے لے کر جانے لگے۔

''اب جلد سے جلد کسی بیوقوف کو یہ بکرا بیچ دیں گے'' ببلو نے بکرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

''ارے ببلو! وہ دیکھ بکرے کے مالک کو پتہ چل گیا ہے کہ بکرا چوری ہوگیا ہے اب وہ اسے تلاش کریں گے۔ چل بھاگتے ہیں اب!'' پپو نے گلی مڑنے کے بعد چپکے سے پیچھے دیکھا اور بولا۔

............*

چچا مجبور کمر پر ہاتھ باندھے گلی میں چہل قدمی کر رہے تھے۔

''بڑی عید بھی سر پر ہے۔قربانی کے لیے جلد از جلد جانور بھی خریدنا ہے۔'' چچا مجبور بڑبڑائے

اسی لمحے گلی میں دو آدمی دوڑے دوڑے آئے،ان کے پاس ایک سفید بکرا بھی تھا۔

''ارے! رکو! رکو! اتنی جلدی میں کیوں ہو، یہ بکرا کتنے کا بیچو گے؟'' چچا نے بکرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

''تو ہمیں ہمارا شکار مل گیا'' ببلو نے خوش ہوتے ہوئے پپو کے کان میں کہا

''ارے چچا!، تمہارے سے اب کیا منافع لینا۔بس جتنے تم دو گے رکھ لیں گے۔'' پپو چچا مجبور کو مکھن اور چونا مکس کر کے لگا رہا تھا

''میں تو پندرہ ہزار دے سکتا ہوں'' چچا مجبور نے صاف صاف جواب دیا

’’تو چچا دو پھر اور بکرا لے جاؤ!‘‘ دونوں نے ایک ساتھ کہا، چچا کی بات سنتے ہی دونوں کی آنکھیں چمک اُٹھی تھیں

’’سچی؟؟‘‘ چچا مجبور نے بے یقینی سے کہا تو بلو نے مسکراتے ہوئے کہا

’’ہاں سچ مچ۔۔۔بس جلدی سے پیسے دو، ہمیں تھوڑی جلدی ہے‘‘

’’یہ لو! یہ لو! لاؤ میرا بکرا دو!‘‘ چچا مجبور نے جھٹ سے جیب سے پیسے نکالے اور انہیں پکڑا دیئے اور بکرے کی رسی تھام لی۔ پیسے لیتے ہی بلو اور پپو وہاں سے بھاگ گئے۔

’’آج تو میری قسمت تھی جو اتنا بہترین جانور مل گیا۔‘‘ چچا مجبور نے بکرے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

ابھی چچا مجبور وہیں کھڑے تھے کہ یہ آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی:

’’یہی ہے یہی ہے چور، وہ دیکھو میرا بکرا۔ چور! چور! پکڑو اسے!‘‘ چچا مجبور نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سات آٹھ آدمی اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

’’ادھر دو میرا بکرا۔ شرم نہیں آتی چوری کرتے ہوئے؟‘‘ بکرے کے مالک نے چچا مجبور سے بکرے کی رسی کھینچ لی اور غصے سے بولا

’’ارے بھائی! کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو۔ میں نے کچھ نہیں کیا اور یہ بکرا ابھی ابھی پندرہ ہزار کا خریدا ہے۔‘‘ چچا مجبور نے سہمتے ہوئے کہا

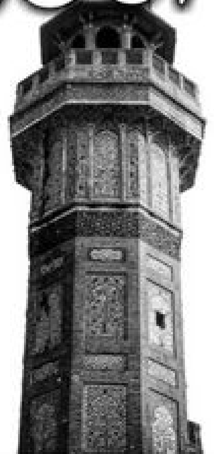
’’یہ تمہیں ہم بتاتے ہیں کہ تم نے کیا کیا ہے؟‘‘

وہ سات آٹھ آدمی ایک ساتھ چچا مجبور پر ٹوٹ پڑے اور چچا کی اچھی طرح دھلائی کرنے لگے۔ جب انہوں نے چچا مجبور کی دھلائی روکی تو چچا نیم بیہوشی کی حالت میں تھے۔ اب غم کسی ایک چیز کا تو تھا نہیں، آخر پندرہ ہزار بھی گئے اور قربانی کا بکرا بھی چچا مجبور خود بنے۔ اب چچا مجبور کے پاس رونے کے علاوہ آخر بچا ہی کیا تھا؟

............*

اللہ سب سے زیادہ قریب!

محمد عبداللہ



حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

’’رب تعالیٰ اپنے بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری نصف حصے کے درمیان میں ہوتا ہے، تو اگر تم ان لوگوں میں سے ہو سکو جو رات کے اس حصے میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو تم بھی اس ذکر میں شامل ہو کر ان لوگوں میں سے ہو جاؤ۔ (یعنی تہجد پڑھو) (سنن ترمذی)



ثوبیہ رمضان مغل







گڑبڑ بکرا 150,000 کا

" ارے! کہاں جا رہے ہو؟ " گڑبڑ خالو کے بچپن کے گہرے دوست عادل صاحب جوشیلے پن سے بغلگیر ہوئے اور علیک سلیک کرنے کے بعد انہوں نے پوچھا۔ وہ کسی کام سے بازار جا رہے تھے۔کافی دنوں بعد آج ان کی ملاقات ہوئی تھی۔

" بکرا منڈی جا رہے ہیں"

خالو بھی ان سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ وہ اپنے ڈرائیور کے ساتھ کار میں منڈی جا رہے تھے۔

"اس بار کیا جانور لینے کا ارادہ ہے؟" ان کے دوست نے سوال کیا

" سوچا تو!اس بار بکرا لینے کا ہے" گڑبڑ خالو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

" ارے واہ ! ویسے بکرے کا گوشت گائے کے گوشت سے زیادہ مزیدار ہوتا ہے لیکن ابھی سے لا رہے ہو؟ تم تو قربانی کا جانور عید سے اک دن پہلے لاتے ہو" ان کے دوست نے گڑبڑ خالو کو یاد دلاتے ہوئے کہا

" سوچا بقر عید سے کچھ دن پہلے ہی بکرا خرید کر لایا جائے تا کہ بکرے کی خاطر داری بھی کر سکیں اور گھر میں بکرا لانے سے بچے بھی خوش ہو جائیں

گے۔" گڑبڑ خالو نے فخر سے پھولتے ہوئے کہا

"اچھا! بکرا اعلیٰ نسل کا لانا کہ سب دیکھتے رہ جائیں اور سب پر تمہارا رعب پڑے۔ ویسے بھی اللہ نے تمہیں بہت دے رکھا ہے۔" ان کے دوست نے انہیں پانی چڑھاتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ گئے

"ان شاء اللہ! اب ہم چلتے ہیں، کہیں ہم سے پہلے کوئی اور اچھے بکرے نہ اُچک لے۔"

گڑبڑ خالو کو منڈی جانے کی جلدی تھی۔ وہ منڈی جانے کے لیے بے چین تھے۔ انہیں رات مشکل سے ہی نیند آئی۔ جب نیند آئی تو وہ خواب میں منڈی پہنچ چکے تھے۔

............*

گڑبڑ خالو اپنے علاقے کے بہت امیر کبیر آدمی تھے۔ انہیں اپنے پیسے کا بہت غرور و تکبر تھا لیکن وہ سدا کے کنجوس تھے۔ پورے علاقے میں ان کے ٹھاٹ بھاٹ کے چرچے تھے۔

علاقے کے سب سے امیر آدمی ہونے کے ناطے ان کے پاس عالی شان بنگلہ تھا۔ جس میں اگر شادی وغیرہ کی تقریبات رکھیں تو ہال کا کام دیتا تھا۔ ان کے پاس دو ایکڑ زمین تھی۔ جس میں قسمت اور غربت کے مارے ہاری کام کرتے تھے۔ جنہیں ٹھیک سے ایک وقت کا کھانا بھی میسر نہ تھا۔ وہ اپنی شاہانہ شہرت کے سبب کچھ ایسا نیا کرنے میں لگے رہتے تھے تاکہ وہ سب پر اپنا رعب جما سکیں لیکن ہر بار کچھ نیا کرنے کے چکر میں بچارے الٹے کام کر جاتے کہ سب ہنس ہنس کے ان کا مذاق بنائے پھرتے۔ ان کا اصل نام سیٹھ جاوید تھا لیکن الٹے کاموں کی وجہ سے سب لوگ انہیں گڑبڑ خالو کہتے تھے۔

گڑبڑ خالو ہر سال بہت مہنگی گائے خرید کر لاتے جس کا وزن تقریباً پچیس من سے اوپر ہی ہوتا اور پھر پورے علاقے میں اسے سجا کر گھمایا جاتا۔

............*

منڈی میں بے پناہ رش تھا۔ تاحد نظر جانوروں کی قطاریں تھیں۔ بیل، اونٹ، گائے، دنبے اور بکرے سب ہی یہاں موجود تھے۔ ہر جانور کے الگ الگ حصے بنے ہوئے تھے۔ ہر کسی نے اپنے جانور کو مہندی لگا کر سجا رکھا تھا۔

گڑبڑ خالو کو بکرا لینا تھا اس لیے وہ بکرے والی طرف آ گئے۔ وہ ادھر ادھر گھومتے ہوئے سب بکروں کو گول گول آنکھوں سے تاڑ بھی رہے تھے آخر کار تھک کر ایک جگہ آ کھڑے ہوئے۔ کوئی بکرا بہت پتلا تو کوئی چھوٹے قد کا تھا اور ریٹ میں بہت ہی زیادہ تھا۔ انہیں کوئی بکرا پسند نہیں آ رہا تھا۔ تیز دھوپ اور گرمی نے ان کے پورے چودہ طبق روشن کر دیئے تھے۔ ان کا حال دیکھنے والا تھا۔

کپڑے اور پاؤں مٹی دھول میں، بال بکھرے ہوئے اور جسم پسینے سے شرابور تھا۔ جس جگہ وہ آ کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ایک دفعہ پھر اپنی آنکھیں کسی موٹے تازہ بکرے کی تلاش میں سرچ لائٹ کی طرح گھمانا شروع کیں۔

اس اثناء میں ان کی نظر ایک بورڈ پر جا ٹھہری۔ اس

بورڈ پر ''نخرے باز'' لکھا تھا۔ ساتھ ہی ایک بکرا کھڑا تھا جو بار بار آنکھیں مٹکا کر گڑبڑ خالو کو ہی گھور رہا تھا۔ جیسے انہیں پہچان گیا ہو کہ یہی کنجوس گڑبڑ خالو ہیں اور وہ بڑی شان سے اپنے نوکیلے سینگوں کو بھی گول گھما رہا تھا۔

وہ اچھا خاصا موٹا تازہ بکرا تھا۔ گلے میں اس نے بہت سارے رنگ برنگے ہار پہنے ہوئے تھے۔ بکرے کی کمر پر مہندی سے ''عید مبارک'' لکھا ہوا تھا۔

وہ دیکھنے میں ہی اعلیٰ نسل کا لگتا تھا جو گائے سے قد میں بس تھوڑا سا ہی چھوٹا تھا بالآخر انہیں وہ بکرا پسند آ ہی گیا۔

"اس کی کیا قیمت ہے؟" گڑبڑ خالو نے اسی سفید رنگ کے موٹے تازہ بکرے کی کھال پر ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔ وہ انہیں پہلی نظر میں ہی دل کو بھا گیا۔ انہوں نے دل میں ارادہ کیا کہ چاہے کتنے کا بھی ہو بس یہی بکرا لینا ہے۔

"یہ عربی نسل کا بکرا ہے۔ پورے ڈیڑھ لاکھ کا" مالک نے بکرے کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے فخر سے کہا۔ قیمت سن کر گڑبڑ خالو مرغی کی طرح زمین سے دو فٹ اونچا اچھلے۔ ریٹ سن کر ان کی سٹی گم ہوگئی۔

"صاحب جی! بکرا بڑا جان دار ہے۔ فریج میں رکھ کر دو مہینے تک کھائیے گا۔ آپ لینے میں دیر نہ کریں۔" گڑبڑ خالو کے نوکر بشیر نے سرگوشی کی، جو قیمت کا سن کر قدرے بوکھلا گئے تھے۔ نوکر کی بات سن کر فوراً سنبھل گئے۔

"نخرے باز کے کون کون سے نخرے ہیں؟ کیا ہم سے بھی زیادہ اس کے نخرے ہیں؟" گڑبڑ خالو نے بورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا

"وہ تو آپ کو گھر لے جا کر ہی پتا چلے گا! ہم نے اس کو بڑا نازوں سے پلا ہے۔" بکرے کے مالک نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

بکرے کا مالک دوسری پارٹی کو اپنا بکرا دکھانے لگا تو انہوں نے دیر نہیں کی۔ جلدی سے ''دوندا'' چیک کیا اور جھٹ پٹ پیسے دے کر بکرے کی رسی ہاتھ میں پکڑ کر مالک کا درجہ حاصل کرلیا۔

............*

گڑبڑ خالو بڑی شان سے گلی میں بکرے کی رسی پکڑے داخل ہوئے۔ وہ ایسا انوکھا بکرا پا کر ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ محلے میں بکرا دیکھنے والوں کا رش بڑھنے لگ گیا تھا۔ سبھی ایسے خوبصورت بکرے کو دیکھ کر منہ میں انگلیاں ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ بکرا دیکھنے میں گائے جیسا لگتا تھا۔ ایک دفعہ میں سب لوگ اسے گائے ہی سمجھتے تھے۔ گڑبڑ خالو پر سارا محلہ اش اش کر اُٹھا۔

گڑبڑ خالو کی گردن تکبر و غرور سے اکڑی جا رہی تھی۔ اس سے پہلے ایسا شاندار بکرا انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ خریدا تھا۔ بکرے کے لیے بنگلہ میں جہاں ان کی کارکھڑی ہوتی وہاں پہلے ہی انتظام کر دیا تھا۔ بکرے کی دیکھ بھال وہ اچھے سے کرنا چاہتے تھے کیونکہ یہ جانور کچھ دنوں کے ہی مہمان ہوتے ہیں۔

............*

"یہ کیا ہے؟" بکرے نے ایک بڑے برتن میں

ہری ہری چیز کو دیکھ کر پہلے اپنے نتھنوں کو پھلا کے سونگھا پھر غصے سے منہ بگاڑتے ہوئے پیچھے والی ٹانگوں سے ایک شارٹ دے ماری۔

"ارے بکرے میاں! یہ لہسن میں نے خاص تمہارے لیے اپنی زمین سے تازہ منگوایا ہے۔" گڑبڑ خالو نے بکرے کے بگڑتے تیور سمجھتے ہوئے کہا

"بشیر جلدی آؤ! ہمارے پیارے بکرے کو یہ سب پسند نہیں۔ اپنی زمین کے ساتھ والی زمین کے مالک سے چھوٹی پتیوں کا جنتر چارہ لے آؤ! تھوڑا سا مانگ کر لانا اگر اس نخریلے نے نہ بھی کھایا تو! پیسے تو نہیں لگیں گے اس مہنگائی میں" گڑبڑ خالو اپنے طور سے بکرے کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے

"میرے لیے اصلی گھی لے کر آؤ! اور ہاں! خالص دودھ کا ہونا چاہیے۔" بکرے نے سینگوں کو گھما کر وارننگ کرتے ہوئے کہا اور زوردار قہقہہ لگایا کہ میں اس کو ابھی ٹھیک کرتا ہوں

گڑبڑ خالو بکرے کی دھمکی سے ایسے ڈرے کہ فوراً سے پہلے بھاگے بھاگے گئے اور اصلی گھی کا ڈبہ لے آئے۔

"بس اتنا سا! چلو اس سے گزارا ہو جائے گا۔" بکرے نے پہلے اسے گھور کر دیکھا پھر بکرے نے ایک ہی وار میں پی کر ڈکار لی۔ گڑبڑ خالو اور نوکر اسے حیرت اور تعجب سے تکے جا رہے تھے۔ انہوں نے آج سے پہلے کبھی ایسا بکرا نہیں دیکھا تھا۔

"میرے لیے گوند کے میوے ڈالے ہوئے لڈو اور ساتھ میں میتھی کے لڈو بھی، وہ بھی اصلی گھی کے بنے ہوں۔"

گڑبڑ خالو نے جانے کے لیے قدم بڑھائے ہی تھے کہ بکرے نے اپنے شام کے کھانے کے بارے میں مطلع کیا۔

گڑبڑ خالو کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ کریں تو کیا کریں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس بار چھ دن پہلے بکرا لا کر بہت پچھتا رہے تھے اور تو اور اپنے دوست کے کہنے میں آ کر اعلیٰ نسل کا بکرا خرید لائے کہ سب پر رعب پڑے گا لیکن یہاں سب الٹا ہو گیا تھا۔ بکرے نے گڑبڑ خالو پر رعب جمانا شروع کر دیا تھا۔

ان کو رہ رہ کر بکرے کے مالک کی بات یاد آ رہی تھی۔ ان کا غصے سے بڑا حال ہو رہا تھا کہ کبھی گھاس، چارہ کھلایا ہی نہیں اس نخرے باز کو۔

"تجھے ذبح کرنے کے بعد تیری ایک ایک بوٹی ہڈی کو خوب مزے لے کر چباؤں گا۔" بکرے کی فرمائش سننے کے بعد گڑبڑ خالو نے بھی اس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

بکرے نے جب ان کو گھور کر دیکھا تو وہ بکرے کے ارادوں کو بھانپ کر چلتے بنے۔

بشیر رات کو بکرے کے پاس گھاس رکھنے آیا کہ رات کو جانور کو بھوک لگ سکتی ہے اگر پاس ہوگا تو کھا لے گا۔

"ایک کلو دودھ میں پی کر سوتا ہوں۔ اب جلدی سے لے آؤ! مجھے نیند آ رہی ہے۔ ساتھ میں آئس کریم بھی لانا۔ گرمی سی میرا دل گھبرا رہا ہے۔" بکرے نے بڑی جمائی لیتے ہوئے کہا

"بکرے صاحب جی! ابھی لایا" بشیر بکرے کے حکم کی فوراً تعمیل کرنے کے لیے بھاگتا ہوا گڑبڑ خالو کے پاس جا پہنچا۔

............*

پورے شہر میں گڑبڑ خالو کے بکرے کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ دور دراز سے لوگ بکرا دیکھنے کے لیے آرہے تھے۔ ایک طرف تو وہ بڑے خوش تھے لیکن دوسری طرف وہ بکرے کی نت نئی فرمائشوں سے تنگ آگئے تھے۔

"صاحب جی! صاحب جی! وہ۔۔۔"

نوکر ایک دم بھاگا ہوا آیا اور بوکھلاتے ہوئے بولا

"کیا ٹی وی والے ہمارے بکرے کو دیکھنے آئے ہیں۔" گڑبڑ خالو کچھ اور ہی خوش فہمی میں مبتلا تھے۔

"نہیں صاحب جی! بک۔۔۔ بکرا بھاگ گیا۔" یہ سن انہیں اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا

"کیا؟! کیا کہہ رہے ہو تم؟ بکرا کیسے بھاگا؟"

"صاحب جی دو ٹانگوں سے۔" ان کے نوکر نے معصومیت سے کہا۔ ایک دم ان کا پارا سو سینٹی گریڈ پر چڑھ گیا

وہ بجلی کی تیزی سے باہر لپکے۔

"پکڑو۔۔۔! پکڑو۔۔۔ پکڑو کوئی تو اسے روکے! "ان کے گھر کے باہر گلی میں رش لگا ہوا تھا۔ گڑبڑ خالو اور ان کا نوکر بشیر پاگلوں کی طرح بکرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ گلی کے سبھی بچے جوان بکرے کو پکڑنے کے لیے بھاگ رہے تھے۔

باقی گلی میں کھڑے لوگوں کا ہنس ہنس کے برا حال تھا۔ سب یہ منظر دیکھ کے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"ارے! میری ساری کمائی کھا کے بھاگ رہا ہے۔ اتنے پیسوں میں تو اچھی سی گائے خرید لیتا جو معصوم تو ہوتی نہ کہ تمہاری طرح شرارتی۔" گڑبڑ خالو دونوں ہاتھ اٹھائے مسلسل دوڑتے ہوئے بکرے کو کوس رہے تھے۔

ابھی عید میں دو دن باقی تھے۔ اتنا مہنگا خریدا ہوا نخریلا بکرا انہیں چھوڑ کے بھاگا جا رہا تھا۔

"سیٹھ صاحب! بیچارے کو جانے دو! کیوں پاگلوں کی طرح بھاگے جا رہے ہو، یہ گیا تو دوسرا خرید لینا" گلی میں کھڑے ایک آدمی نے ہنستے ہوئے طنز کیا۔

............*



ساری دنیا

سیدنا عبید اللہ بن محصن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے بارے میں بے خوف ہو، جسمانی طور پر تندرست ہو، ایک دن کا کھانا بھی اس کے پاس ہو تو وہ ایسے ہے جیسے ساری دنیا اسے جمع کر کے دے دی گئی۔ (الأدب المفرد)

نور محمد





احمد رضا انصاری



''مجھے شرم آتی ہے۔ میں نہیں جاؤں گا۔''شہیر نے ضد قائم رکھی

''مگر کیوں بیٹا! کیسی شرم اور کس چیز کی شرم؟''ابو حیران ہو کر بولے

............*

بقرہ عید کا دوسرا دن تھا۔ آج جاوید صاحب کے گھر قربانی کا جانور ذبح کیا گیا تھا۔ قصائی گوشت بنا کر جا چکا تھا۔ امی نے تین حصوں میں گوشت تقسیم کیا۔ ایک اپنا حصہ الگ سے باورچی خانے میں ڈھانپ کر رکھ دیا۔ ایک رشتے داروں اور محلے والوں کے لیے تھا جس کی تھیلیاں بنا کر انہوں نے دو ڈشوں میں رکھ دی تھیں اور اب شہیر میاں کو کہا جا رہا تھا کہ وہ جلدی جلدی یہ گوشت رشتے داروں اور محلے داروں میں بانٹ آئے لیکن اس نے نرالی منطق ڈھونڈ نکالی تھی کہ اسے گوشت تقسیم کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

''ابو! دراصل میں نہیں جا سکتا''''شہیر نے وجہ نہ بتائی

''بیٹا اب کیا میں جاؤں باہر؟''امی جان نے منہ بنا کر کہا

''بیگم! تم دور رہنے والوں کا گوشت مجھے دے دو! میں دے آتا ہوں۔ آس پاس کا شہیر دے آئے گا''ابو

''نہیں۔ میں نہیں جاؤں گا گوشت تقسیم کرنے''شہیر نے جل کر کہا

''بیٹا! گھر میں شہزاد اور سمیہ نہیں ہیں ورنہ وہ بانٹ آتے۔ وہ نانی کے گھر سے رات کو آئیں گے جبکہ گوشت ابھی بانٹنا ہے مجھے۔ چلو شاباش! یہ ٹرے اٹھاؤ اور ایک ایک تھیلی ہر گھر میں دے آؤ!''امی نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔ انہوں نے شہیر سے وجہ پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

نے امی سے کہا

''میں آس پاس بھی نہیں جاتا''شہیر پیر پٹخ کر بولا

گھر میں ان تینوں کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔اگر شہزاد اور سمیہ ہوتے تو وہ جھٹ پٹ خود ہی گوشت بانٹ آتے۔شہیر کی منتیں کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی لیکن اب مجبوری تھی۔وہ دونوں صبح ہی نانی کے گھر نکل گئے تھے۔

''بیٹا! تم وجہ تو بتاؤ میں پھر تمہیں مجبور نہیں کروں گا''

ابو پیار بھرے لہجے میں بولے

شہیر نے ٹرے سے ایک تھیلی کھولی اور ابو کی طرف چلا آیا۔

''یہ لے کر اگر کسی کے گھر جاؤں گا تو یقیناً شرم سے ڈوب مروں گا''اس نے ہاتھ سے تھیلی کی طرف اشارہ کیا

امی اور ابو چونک پڑے۔

''دیکھیں اسے! چھیچھڑے،ہڈیاں اور ایک پتلی سی بوٹی۔معذرت کے ساتھ امی جان! یہ تھیلی کسی کو دینے کے قابل ہے ہی نہیں''شہیر کا لہجہ طنزیہ ہوگیا تھا

''کیا مطلب؟ یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟''امی جان نے اسے گھورا۔ابو کسی سوچ میں گم ہو گئے تھے۔

شہیر باورچی خانے میں گیا اور اندر رکھا اپنا گوشت نکال لایا۔

بڑی پرات میں اچھا اچھا گوشت رکھا ہوا تھا۔چربی، چھیچھڑے،ہڈیاں نام کو بھی نہیں تھیں۔

''امی! قربانی کے گوشت کی تقسیم اس طرح نہیں ہوتی۔ایک جیسا گوشت تین جگہ تقسیم کیا جاتا ہے۔یہ نہیں خود اچھا گوشت رکھ لیا اور باقی لوگوں کے لیے ایسا جس میں ہڈیاں ہوں اور چھیچھڑے''شہیر بولتا چلا گیا

''لوگ کیا کہیں گے کہ قربانی انہوں نے اپنے کھانے کے لیے کی۔جیسے ہمیں سال بھر گوشت ملتا ہی نہیں کھانے کو۔حد ہوگئی۔اسی لیے منع کیا کہ مجھے نہیں جانا گوشت بانٹنے۔گوشت کی تھیلی لے کر جو تاثرات لوگوں کے چہروں پر ابھرتے ہیں دل چاہتا ہے فوراً وہاں سے بھاگ جاؤں''شہیر کا غصہ کم نہیں ہوا تھا

''بیگم! یہ کیسے تقسیم کیا گوشت تم نے۔اللہ کی بندی! کچھ تو خوف خدا کرو! کیوں اپنی قربانی ضائع کرنا چاہتی ہو۔اللہ تو نیت دیکھتا ہے بندے کی۔جب نیت ہی درست نہ ہو تو وہ کیسے ہماری قربانی قبول کرے گا؟''ابو کا لہجہ بھی ناخوش گوار ہو گیا تھا

امی خاموش تھیں اور شرمندگی کا شکار۔انہوں نے دوبارہ سارا گوشت ایک جگہ رکھا اور پھر سے اسے تین برابر حصوں میں بانٹا۔اب کسی حصے میں کوئی کمی نہیں تھی۔گوشت بالکل ایک جیسا تھا۔تھیلیاں بناتے وقت بھی مناسب گوشت ڈالا گیا تاکہ غریب لوگ کم از کم ایک وقت کی ہانڈی تو بنا سکیں۔شہیر اب خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔امی نے ٹرے اسے تھمائی تو وہ بغیر چوں چراں کیے خوشی سے باہر چلا گیا۔

یقیناً شہیر کو اب گوشت بانٹتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوگی۔

............*

عید الاضحیٰ کے دن قریب سے قریب آ رہے تھے۔ ہر طرف انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کی گہما گہمی بھی نظر آنے لگی۔

ہر گلی محلے میں بچوں کی جانوروں سے محبت، عقیدت خوب پھیلتی جا رہی تھی۔ بکروں کو نہلا کر اُن کی رسی پکڑ کر پوری گلی میں گھمانا بچوں کا خاص مشغلہ تھا۔

غرض کہیں بکروں کی ''میں میں'' تھی تو کہیں بچوں کا شور شرابہ، ہمارے ارد گرد پھر بھی کچھ گھروں میں سناٹے ہوتے ہیں۔ جن کی خاموشی ہم کہیں بھی محسوس نہیں کرتے

بابا نیک محمد بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ بابا نیک محمد بہت نیک انسان تھا۔ مطمئن اور باوقار چہرہ تھا۔ سفید داڑھی سفید ٹوپی میں تو فرشتہ ہی محسوس ہوتا تھا اور دوسرا اللہ پاک نے عادات و اخلاق بھی کمال کے عطاء کیے تھے۔ ہر طبقے کا انسان بابا نیک محمد کی مجلس میں بیٹھنے کو اپنی سعادت سمجھتا تھا۔

ایک دن ان کی خاموشی پر مجلس میں کسی نے سوال کر دیا تو بابا نیک محمد اچانک خاموش ہو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو ان کی آنکھوں میں بڑے بڑے آنسو تیرنے لگے۔ جسے مجلس میں بیٹھے ہر آدمی نے محسوس کیا۔

پھر اس خاموشی کو بابا نیک محمد نے اس طرح توڑا:

''دیکھو جب کسی آدمی کے گھر میں کوئی میت پڑی ہو یا کسی کا بازو نہ ہو۔ کسی کی ٹانگ نہ ہو یا کسی کو ہر وقت اپنی بیٹیوں کی عزت و عفت کا ڈر لگا رہتا ہو تو آپ بتاؤ کیا وہ آدمی خوش نظر آتا ہے؟ کیا وہ ہنستا ہے

اسلام مضبوط مسلمان محفوظ

ابودجانہ

اور ہنستا نظر آتا ہے؟''

یہ سن کر پوری مجلس میں خاموشی پھیل گئی۔ ہر آدمی ایک دوسرے سے نظریں چرانے لگا۔لوگوں کے چہروں کو دیکھ کر بابا نیک محمد کہنے لگا:

''ہم سب مسلمان ہیں۔ایک نبی حضرت محمد ﷺ کے اُمتی ہیں۔

میرے آقا ﷺ نے فرمایا:

کہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔جب جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہوتو اسے کوئی خوشی خوشی نہیں لگتی۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹیں اس سے میلوں دور ہو جاتی ہیں۔ بتاؤ! کیا ایسے نہیں ہوتا؟''

''جی بابا جی! ایسے ہی ہوتا ہے'' یہ سن کر سب نے سر ہلایا اور کہا

بابا نیک محمد اپنی بات کو دوبارہ دہراتے ہوئے بولنے لگا:

''جی اُسے نہ تو رنگ برنگے کھانے مزہ دیتے ہیں اور نہ ہی رنگ برنگ کے کپڑے،بس اسے اپنے درد کی فکر ہوتی ہے کہ میرا رب مجھے آرام دے دے! درد سے بچنے کے جتنے طریقے ہوتے ہیں وہ اپناتا ہے۔

اسی طرح میری مجلس کے لوگو! ہم سب مسلمان ہونے کے ساتھ ایک جسم کی طرح بھی بنیں۔ایک دوسرے کے درد کو اپنا درد سمجھیں۔جس دھاگے میں ہمارے آقا ﷺ ہمیں پرو کر گئے ہیں اسی دھاگے میں رہیں۔ یہی ہم سب کی خیر اور بھلائی کا ذریعہ ہوگا۔

دیکھو! میرے مسلمان ہر طرف سے گھیر لیے گئے ہیں۔ان کی جانوں کو ظلم کے نام پر ضائع کر دیا گیا۔ان کے معصوم بچوں کو بھی معاف نہ کیا گیا۔ان کی عورتوں کو بھی جینے کا حق نہ دیا گیا تو ایسے حالات میں ہم کیسے مسلمان ہیں کہ ہم ٹس سے مس نہ ہوئے۔

میرا کشمیر خون میں نہاتا رہا اور میں صبح شام اپنی خوشیوں میں مست رہا۔

میرا عراق ملبے کا ڈھیر بنا دیا گیا۔میرے افغانستان کو ہر طرف سے ملیا میٹ کرنے کا سامان جمع کیا گیا۔وہ تو میرے رب کی نصرت اور جہاد فی سبیل اللہ تھا جس نے افغانستان کے دشمن کے ارادوں کو خاک آلود کر دیا۔

الحمدللہ میں جب قبلہ اول ''فلسطین'' کی سرزمین کو دیکھتا ہوں تو دل خون کے آنسو روتا ہے کہ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں۔نہ عورتوں پر رحم، نہ بچوں پر،ہر طرف خون ہی خون بہہ رہا ہے۔ایسے حالات میں کوئی مسلمان کیسے کرکٹ میچ کو دیکھنا پسند کرتا ہے۔ایسے حالات میں کوئی مسلمان ڈراموں اور فلموں پر اپنے کئی گھنٹے کیسے ضائع کرسکتا ہے؟

جب یہ سب کچھ آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو رات کی نیند بہت دور چلی جاتی ہے۔کئی کئی دنوں تک بھوک پیاس نہیں لگتی۔ بابا نیک محمد یہاں تک کہہ کر خاموش ہوا تو دیکھا کہ ساری مجلس بھی اس درد کو محسوس کر رہی تھی۔تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی کہنے لگا:

''بابا جی! ایسے حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے؟''

یہ سوال سن کر بابا جی نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہنے

رسول ﷺ سب سے زیادہ بہادر!

نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ایک رات مدینہ منورہ میں (ایک آواز سن کر) بڑا خوف چھا گیا تھا،سب لوگ اس آواز کی طرف بڑھے لیکن نبی کریم ﷺ سب سے آگے تھے اور آپ ﷺ نے ہی واقعہ کی تحقیق کی۔

آپ ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک گھوڑے پر سوار تھے جس کی پشت ننگی تھی۔

آپ ﷺ کی گردن سے تلوار لٹک رہی تھی اور آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ ڈرو مت۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے تو گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز پایا ہے یا یہ فرمایا کہ گھوڑا جیسے سمندر رہے۔(صحیح بخاری)

لگے:

"یہ بات ہے جو اس برخودار نے کہی کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ دیکھو! میرے دو بیٹے کشمیر کی وادی میں جا کر آرام فرمارہے ہیں۔ہم اپنے بچوں کو جہاں پر نماز روزہ سکھاتے ہیں۔انہیں اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ بھی سکھائیں۔جس طرح اپنے بچوں کی تکلیف پر اپنے رب کے آگے رو رو کر دعائیں کرتے ہیں۔اسی طرح مظلوم مسلمانوں کے لیے بھی دعاء کرنا شروع کردیں۔

عید الاضحیٰ جیسے قریب آرہی ہے۔جہاں پر ہم اپنے گھر میں ڈھیروں قربانیاں کرتے ہیں۔وہیں ایک نفلی قربانی کے پیسے جماعت کو دیں تاکہ ہماری قربانی کا گوشت محاذوں پر رہنے والے، شہیدوں کے بچے، شہیدوں کے بوڑھے والدین بھی کھائیں اور ہمارے اجر میں اضافہ ہو۔

ہم اپنی زکوٰۃ، صدقات، مجاہدین کو دینے کا ارادہ کریں۔

اگر ہمارے مجاہدین مضبوط ہوں گے تو ہمارا اسلام مضبوط ہوگا۔جب ہمارا اسلام مضبوط ہوگا تو مسلمان محفوظ ہوں گے۔مسلمانوں کی عزتیں محفوظ ہوں گی۔"

باباجی نے ابھی یہی کہا تھا کہ مغرب کی آذان بلند ہونے لگی۔"آؤ! پیارو! اللہ نے بلا لیا ہے۔اللہ پاک کے گھر چلتے ہیں۔"باباجی نے آذان کے الفاظ کے ساتھ کہا سب لوگ اُٹھ کر مسجد کی طرف چل پڑے۔

............*

شہزادی ہدیٰ انجم



بیل اکھاڑے میں

شیشم کے سرسبز درختوں کے درمیان میں بنی سرخ اینٹوں کی خوب صورت راہداری پہ کاشان اپنے چار دوستوں ماجد، عامر، سبحان اور سراج کے ٹولے کے ساتھ اپنی جماعت میں جا رہا تھا۔

وہ گورنمنٹ اسکول میں پڑھتے تھے۔ کاشان دہم جماعت کا طالب علم تھا۔ آج ان کا اسکول میں آخری دن تھا۔ گرمیوں کی چھٹیوں ہونے والی تھیں اور انہی چھٹیوں میں عید الضحیٰ بھی آرہی تھی۔

''میرے ابا جان نے تو ابھی سے قربانی خرید لی ہے۔ ہمارے دادا ابو کے گاؤں میں ایک آدمی کے پاس بہت خوب صورت بکرا تھا۔ دادا ابو کے کہنے پہ ابا جان نے خرید لیا۔'' ماجد، جو کاشان کے ساتھ چل رہا تھا اس نے خوش ہو کر بتایا

''بس! صرف ایک بکرا۔ میرے ابو جی نے تو گائے خریدنی ہے گائے'' عامر بھی کیوں پیچھے رہتا فوراً بولا۔ باقی سب اس کی طرف دیکھ کے ہنسنے لگے۔

''ابھی خریدنا ہے خریدا نہیں ہے۔'' کاشان ان سب کے ساتھ اپنی جماعت میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے کندھے سے بستہ اتارا اور بینچ پہ رکھتے ہوئے بولا۔ باقی سب نے بھی ساتھ والے بینچوں پہ بستے رکھے اور اسمبلی میں پہنچنے کے لیے اسکول کے کھلے میدان میں آگئے۔

''دیکھ لی ہے۔۔۔ پسند بھی آگئی ہے ۔۔۔ جلد خرید لیں گے۔'' عامر نے مونہہ بناتے ہوئے جواب دیا

''تم نے اس بار کون سا جانور خریدنا ہے قربانی کے

لیے؟''سراج نے کاشان سے پوچھا

''دیکھو! بھائی جان کون سا جانور خرید تے ہیں۔ہم تو اس کی دیکھ بھال کرنے والوں میں سے ہوں گے۔''

کاشان کے والد پانچ سال پہلے انتقال کر چکے تھے اس لیے گھر کی ساری ذمہ داری اس کے سب سے بڑے بھائی اُٹھاتے تھے۔

ایسے ہی باتیں کرتے ہوئے وہ اسمبلی گراؤنڈ میں آگئے تھے۔ انہوں نے سارا دن مختلف اساتذہ سے گرمیوں کی چھٹیوں کا کام لینے اور قربانی کی عید کے بارے میں پوچھتے ہوئے گزارا۔

............*

کاشان کے بھائی ارسلان نے عید سے دس دن پہلے بیل کی تلاش شروع کر دی تھی۔قربانی خریدنا بھی جوئے شیر لانے کے برابر تھا۔

کاشان بھی ان کے ساتھ ساتھ ہر جگہ قربانی کا جانور دیکھنے جاتا کہیں پیسے زیادہ تھے تو کہیں جانور کمزور اور ناتواں تھا۔

''کوئی جانور پسند آیا؟''کاشان کی امی نے ٹھنڈے شربت کا گلاس ارسلان کو پکڑایا اور پوچھا جو ابھی ابھی کسی گاؤں سے جانور دیکھ کر آرہا تھا۔

''جی امی!ایک بیل پسند آیا تو ہے لیکن اس کا مالک پیسے زیادہ مانگ رہا ہے''ارسلان نے شربت کا گلاس منہ سے لگایا

''بھائی بس بھی کریں اور انتظار نہیں ہوتا۔جلدی سے ہمارا بیل لے آئیں۔کالونی میں سب نے قربانی لے لی ہے بس ہم ہی رہ گئے ہیں اور عید میں بھی اب ہفتہ رہ گیا ہے۔کوئی مفت تو پکڑائے گا نہیں۔''کاشان کی بڑی بہن رابعہ نے منہ بناتے ہوئے اپنا غصہ اُتارا

''تم بھی بس کرو!بھائی گرمی سے آئے ہیں۔ان کو آرام تو کر لینے دو!اللہ نے چاہا تو اچھا جانور مل جائے گا، ان شاءاللہ۔''

کاشان کی امی نے دونوں بھائیوں کو شربت پلانے کے بعد جگ اور گلاس رابعہ کو پکڑائے۔رابعہ وہاں سے اُٹھ گئی۔

............*

اگلے ہی روز گھر میں بہت بڑا سا بیل آگیا۔

''ماشاء اللہ بڑا پیارا جانور ہے۔اللہ ہماری قربانی قبول فرمائے۔''امی جان نے پکے صحن کے درمیان میں بندھے بیل کو دیکھ کر دعا کی۔

''آمین!لیکن امی اور رابعہ آپا اس کے قریب مت جانا،اس کا مالک ہی یہاں باندھ کر گیا ہے،یہ کسی کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا۔''کاشان نے بیل کے قریب جاتی امی اور رابعہ کو روکا

اتنی دیر میں ارسلان بھی بیل کے مالک کو پیسے دے کر روانہ کر آیا تھا۔

''بیٹا! بیل تو سفید آنکھیں نکالے دیکھ رہا ہے،میرا خیال ہے کہ تم اسے ساتھ والے احاطے میں باندھ دو!یہ نہ ہو رسی تڑوا کے بھاگ جائے۔''امی جان نے ارسلان سے کہا جو بیل کے خطرناک تیور دیکھ چکی تھیں۔

ارسلان نے امی کی بات مانتے ہوئے اس بیل کو

ساتھ والے خالی احاطے میں ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا۔تھوڑی دیر بعد درو دیوار نے ہلنا شروع کر دیا تو پتا چلا کہ بیل نے درخت اُکھاڑ لیا تھا اور اب وہ پورے احاطے میں دندناتا پھر رہا تھا۔ارسلان اور ملازمین نے اس کے قریب جانے کی بہت کوشش کی مگر وہ ہر ایک کی طرف ایسے بھاگا آتا جیسے اُکھاڑے میں ابھی چت کر دے گا۔

ایک آدمی نے شور سنا۔وہ ارسلان کے پاس چلا آیا۔

''میں قصائی ہوں ہمارا تو دن رات کا کام ہے جانوروں کو سنبھالنا۔پیچھے ہٹو!ابھی دیکھنا کیسے قابو کرتا ہوں میں اس کو''اس آدمی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً احاطے میں چلا گیا۔ابھی وہ دروازے سے اندر گیا ہی تھا کہ دیوار سے باہر کودا۔اس کا جوتا اندر ہی رہ گیا تھا۔

ارسلان سمیت سب نے کن اکھیوں سے اس کو دیکھا۔

''جب اس کو باندھ لو تو میرا جوتا واپس کر دینا!''باہر نکل کے اس نے ارسلان سے کہا اور وہاں سے دوڑ گیا

''امی جان!اگر یہ بیل اتنا ظالم ہے تو قربانی کے روز کیا کریں گے؟اس نے اُکھاڑا بنایا ہوا ہے۔''کاشان نے سارا واقعہ ہنستے ہوئے سنایا تو رابعہ نے ہنستے ہوئے امی سے پوچھا

''کوئی ایسا قصائی بلوانا پڑے گا جو کشتی کرنا بھی جانتا ہو''امی کی بات پہ سب قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے

آخر کار عید کا دن آ ہی پہنچا۔ارسلان بھائی نے دس لوگ اس بیل کو قابو کرنے کے لیے بلائے،کئی لوگ زخمی ہوئے،بیل ان سب سے چھوٹ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا۔سب لوگ پوری کالونی میں اس کو چھپ کر پکڑنے کے لیے کھڑے تھے۔آخر کار کاشان کو ایک ترکیب سوجھی۔

کاشان گھر گیا۔اس نے امی سے روٹیاں لیں اور ان روٹیوں کو بیل کے سامنے کر کے پچکارنے لگا۔بیل کاشان کے قریب آیا،اس نے کاشان کے ہاتھ میں پکڑی روٹیوں کو سونگھا اور کھانے لگا۔

اتنی دیر میں باقی لوگوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال کر اس کی ٹانگوں کو رسی سے باندھ لیا پھر اس کے گلے کی رسی کو پکڑا۔تب جا کر پہلوان بیل قابو کیا گیا۔اس کے بعد سب نے مل کر اس کی قربانی کی۔

............*

فریحہ الطاف

کدو پسندیدہ غذا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ گیا۔نبی کریم ﷺ کے سامنے جَو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا گیا۔جس میں کدو اور خشک گوشت کے ٹکڑے تھے۔

میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ پیالے میں چاروں طرف کدو تلاش کر رہے تھے،اسی دن سے میں بھی کدو پسند کرنے لگا۔(صحیح بخاری)



السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیسے ہیں آپ سب؟ میں آپ لوگوں کا جواب تو نہیں سن سکتی لیکن آپ سب کے لیے دعا ضرور کرسکتی ہوں کہ آپ سب ایمان کی بہترین حالت میں صحت وعافیت کے ساتھ سلامت رہیں اور اللہ کبھی آپ کو کسی کا محتاج نہ کرے۔ آمین

آج ہمارے ساتھ ہیں ہمیشہ کی طرح ایک انوکھے مہمان، جن سے ہم کریں گے ڈھیر ساری باتیں۔۔ تو چلیے سلام کے ساتھ ہی استقبال کرتے ہیں اپنے مہمان کا۔

انو منو: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مہمان: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

انو منو: کیسے ہیں آپ؟

مہمان: شکر ہے اللہ کا، میں ٹھیک ہوں۔ جلد اپنے رب کے حضور جانے والا ہوں۔

انو منو: ہیں؟ آپ رب کے حضور مطلب آپ اس دنیا کو چھوڑ کے جانے والے ہیں اور اتنی خوشی سے یہ بات ہمیں بتا رہے ہیں۔

مہمان: جی! کیوں کہ میرے نزدیک یہ خوشی کی بات ہے۔

انو منو: مجھے آپ کی بات سمجھ نہیں آرہی۔ ایسا کریں پہلے آپ میرے دوستوں کو اپنا نام بتائیے پھر میں آپ سے مزید سوالات کر کے اپنی الجھن دور کروں گی۔

مہمان: جی! میرا نام ہے "ذبیحہ"

انو منو: ذبح سے ذبیحہ۔۔ لیکن مجھے صحیح سے آپ کے معنی سمجھ نہیں آرہے۔

مہمان: ہر وہ جانور جو شرعی طور پر ذبح ہو وہ ذبیحہ کہلاتا ہے لیکن خاص طور پہ "قربانی کے جانور" کو بھی ذبیحہ کہتے ہیں۔ میں وہ ہی قربانی کا جانور ہوں۔

انو منو: آپ کو دیکھنے کے لیے ہم بچے، بڑے سب ہی سال بھر کا انتظار کرتے ہیں۔

مہمان: مجھے بھی عید الاضحی کی آمد کا انتظار رہتا ہے۔ یہ ہی تو وہ موقع ہے جس پہ آپ مسلمان مجھے اللہ کی راہ میں، سنت ابراہیمی کو زندہ رکھنے کے لیے قربان کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں اور اپنے رب کے پاس اس طرح جانے پر راضی رہتا ہوں۔

انو منو: آپ کے متعلق قرآن پاک میں ذکر موجود

ہے۔

مہمان: قرآن پاک میں سورہ الحج میں ارشاد ربانی ہے:

"اللہ تک تمہاری قربانیوں کا گوشت یا خون ہر گز نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"

اب آپ سوچیں گے جب آپ ہمیں کھا کر ختم کر دیتے ہیں تو ہمیں آپ کے قربان ہونے سے کیا فائدہ؟

انو منو: بالکل! میں یہ ہی سوال کرنے والی تھی۔

مہمان: جی! مجھے اندازا ہو گیا تھا۔ آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ ہماری وجہ سے آپ مسلمانوں کو رب کی قربت نصیب ہوتی ہے۔ آپ اپنے مال میں سے اچھی خاصی رقم ہمیں خریدنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اللہ کی محبت اور اس سے ڈرتے ہوئے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اس عمل پہ تقویٰ کے مطابق اجر پائیں گے ان شاء اللہ۔ تو اس اجر کا سبب ہم بنیں گے۔

انو منو: آپ کی باتیں بڑی ہی نرالی ہیں۔ آپ مزید اپنے بارے میں بتائیے۔ کیا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارکہ سے بھی آپ کا ذکر ہوا ہے؟

مہمان: جی الحمد للہ! بالکل ہوا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں بقرہ عید والے دن انسان کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت انسان کی نیکیوں میں پیش کیا جائے گا۔ یاد رکھو قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے۔ پس ٹھنڈے دل سے قربانیاں کرو۔ (ابن ماجہ ترمذی)

اب سب کو چاہیے کہ خوشی خوشی اللہ کی راہ میں ہمیں قربان کیجیے۔ اس کا اجر ان شاء اللہ آپ قیامت میں دیکھ لیجیے۔ کوشش کریں کہ جس جانور کو قربان کریں وہ آپ کی استطاعت کے مطابق ہونے کے ساتھ اچھی حالت میں ہو۔

انو منو: آپ کی تو بڑی فضیلت ہے۔ یہ بتائیے کہ بطور قربانی ہم کن کن جانوروں کو ذبح کر سکتے ہیں۔

مہمان: آپ بطور قربانی اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، بکری، بکرا، مینڈھا، بھیڑ اور دنبہ۔ ان سب کی قربانی کی جا سکتی ہے۔

انو منو: مجھے تو یہ سب جانور بہت پسند ہیں۔ ہمارے قارئین بھی ان کو یقینا پسند کرتے ہوں گے اور ان کا خوب خیال رکھتے ہوں گے۔

مہمان: آپ میں سے بہت سے لوگ ہمارا خیال رکھتے ہیں مگر کچھ بڑے اور بچے اپنی تفریح کی خاطر ہمیں سر پٹ دوڑاتے ہیں، ہمیں مارتے ہیں جس سے ہمیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں ارشاد محمد ﷺ ہے:

"اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سلوک کرنا لکھ دیا ہے۔ دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرتے وقت بھی نیک سلوک رکھو اور جانوروں کو ذبح کرتے وقت بھی اچھی طرح سے نرمی کے ساتھ ذبح کرو چھری تیز کر لیا کرو اور جانور کو تکلیف نہ دیا کرو۔" (صحیح مسلم)

بے شک ہم جانور ہیں مگر ذی روح تو ہیں۔ دین اسلام ہمارے ساتھ نیک سلوک کرنے کا درس دیتا ہے۔ آپ لوگ اللہ کے لیے قربانی کرتے ہیں۔ تو اللہ کے لیے ہی ہمیں تکلیف مت دیا کیجیے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے کہا: یا رسول اللہ! جب میں بکری کو ذبح کرتا ہوں تو مجھے اس پر رحم آتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر تم بکری پر رحم کرتے ہو تو خدا تم پر رحم کرے گا۔ (مجمع الزوائد)

انو منو: مجھے دلی افسوس ہے کہ آپ کو یہ سب کہنا پڑا۔ میں اپنے قارئین تک اور قارئین آگے تک یہ پیغام ان شاءاللہ ضرور پہنچائیں گے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین

کیا آپ کے کرنے کا کوئی خاص طریقہ ہے؟

مہمان: ثم آمین۔ جی مجھے ذبح کرتے وقت قبلہ رخ لٹادیا جائے اور

"بسم اللہ، اللہ اکبر" کہتے ہوئے میرے گلے پر چھری پھیر دی جائے۔

انو منو: آپ کی ہمت ہے جو خود ہی قربانی کا طریقہ ہمیں بہادری سے بتارہے ہیں۔

مہمان: یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں ہی نجات ہے۔ آپ بھی ہمیں قربان کیجیے اور ہمارا گوشت رشتے داروں، غریبوں اور مساکین میں تقسیم کرنا مت بھولیے گا۔ گو کہ مہنگائی بہت ہے۔ آپ سب کو اپنے لیے بھی گوشت محفوظ کرنا ہوگا۔ مگر ضرورت مندوں کا خیال رکھنے سے اللہ آپ کے رزق میں برکت ڈالے گا اور آپ کے لیے آسانیاں پیدا کرے گا ان شاءاللہ۔

انو منو: ان شاءاللہ! ہم سب اپنی طرف سے آپ کی بتائی گئی باتوں پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

مہمان: اب مجھے اجازت دیجیے۔ میری دعاء ہے کہ آپ سب مسلمان عید کے اس خاص موقع پر ہماری قربانی کے ساتھ ساتھ نفرتیں اور دلی کدورتوں کو بھی قربان کریں اور اللہ کے لیے محبت و اتفاق کے ساتھ زندگی گزاریں۔ جس سے دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی اللہ کی رضا حاصل ہو۔ آمین

آپ سب کو عید الاضحی مبارک ہو۔ اللہ حافظ

یہ تھے ہمارے آج کے مہمان! جن سے باتیں کر کے میں نے تو بہت کچھ سیکھا ہے۔ ان شاءاللہ عمل کی بھی کوشش کروں گی۔ کوشش کرنا ہی ہمارے بس میں ہے،

تو آئیے! ان مہمانوں پر جن سے اب تک ہم مل چکے ہیں عمل کرنے کوشش کریں اور اللہ سے دعاء کریں کہ عمل کرنے میں ہماری مدد فرما۔ بے شک اللہ کی مدد کے بغیر کوئی بھی نیک کام ممکن نہیں۔

انو منو کی جانب سے آپ سب دوستوں کو نمکین اور چٹ پٹی سی بڑی عید مبارک ہو۔ اب مجھے دیجیے اجازت ۔ اللہ حافظ

دعاء دیجیے، دعاء لیجیے اور دعاء کیجیے۔

............*

ضرب المثل پہ مبنی سو لفظی کہانی

محمد مستقیم

آٹھ جولاہے نو حقے، اس پر بھی دھکم دھکے

19

ضرورت سے زائد سامان ہونے کے باوجود جھگڑا کرنا

کمپیوٹر لیب میں طلبہ تیار بیٹھے تھے۔ آج وہ ایک دلچسپ مقابلہ کرنے جا رہے تھے۔ مقابلہ یہ تھا کہ کمپیوٹر پر ٹائپنگ میں کس کی رفتار زیادہ ہے اور کون ہے جو ایک منٹ میں سب سے زیادہ الفاظ ٹائپ کرتا ہے۔ ''چلیں! کی بورڈز سنبھال لیں!''

استادِ محترم نے کہا تو سبھی کمپیوٹرز پر جھپٹ پڑے۔ اس دوران شدید بدنظمی ہوئی۔ ایسے میں استادِ محترم بولے:

''آٹھ جولاہے، نو حقے، اس پر بھی دھکم دھکے۔

بھئی تم لوگ پچیس ہو اور کمپیوٹر تیس، پھر یہ دھکم پیل کس لیے؟''

استادِ محترم کی بات سن کر طلبہ نے سر جھکا لیے۔

مغفرت کی بارش

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب

اللہ تعالیٰ "غافر" ہے، "غفور" ہے اور "غفار" ہے......

بخشنے والا...... مکمل بخشش اور مغفرت فرمانے والا...... اور بار بار بخشنے والا......

اللہ تعالیٰ "ساتِر" ہے "ستِیر" ہے اور "ستّار" ہے

عیبوں پر پردہ ڈالنے والا...... برائیوں اور کمزوریوں کو چھپانے والا...... عیب دار انسانوں پر اچھائی کے پردے ڈالنے والا......

یہ اللہ تعالیٰ کے چھ اسماء الحسنیٰ...... پیارے پیارے نام ہمارے سامنے آگئے......

اَلْغَافِرُ... اَلْغَفُوْرُ... اَلْغَفَّارُ... اَلسَّاتِرُ، اَلسَّتِیْرُ، اَلسَّتَّارُ...

اب نہایت ادب، بے حد توجہ اور عاجزی سے پکاریں......

یَا غَافِرُ...... اے بخشنے والے...... یَا غَفُوْرُ...... اے مکمل مغفرت فرمانے والے...... یَا غَفَّارُ...... اے بار بار بخشش اور معافی دینے والے......

اِغْفِرْلِیْ... اِغْفِرْلِیْ... اِغْفِرْلِیْ...

میری مغفرت فرما...... مجھے بخش دے ...... مجھے مغفرت عطاء فرما......

یَا سَاتِرُ...... اے چھپانے والے...... یَا سَتِیْرُ...... اے پردہ ڈالنے والے...... یَا سَتَّارُ...... اے ہر طرح کی کمزوریوں اور عیبوں کو ڈھانپنے والے......

اُسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ آمِنْ رَوْعَاتِنَا

ہماری کمزوریوں پر اپنا پردہ ڈال دے اور ہمارے خوف پر اپنا امن ڈال دے......

پہلے تین نام قرآن مجید میں آئے ہیں......

(۱) الغافر...... یہ ایک مقام پر آیا ہے (غافر الذنب)

(۲) الغفور... یہ قرآن مجید میں اکیانوے (۹۱) بار آیا ہے

(۳) الغفار...... یہ قرآن مجید میں پانچ بار آیا ہے......

گویا قرآن مجید میں مغفرت کا یہ نور...... مسلمانوں پر ستانوے بار برسا...... اگر ایک بار بھی برستا تو تمام اہل ایمان کی مغفرت کے لئے کافی تھا...... مگر یہاں تو "ربِّ غفور" کی مغفرت کا سمندر ہے، پورا سمندر...... اسی لئے تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت سے مایوس ہونا...... بہت بڑا گناہ ہے، جی ہاں! اللہ تعالیٰ بچائے کبیرہ گناہ ہے...... حضرت

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں وہ احادیث اور اقوال جمع فرمائے ہیں، جن میں ''کبائر'' یعنی کبیرہ گناہوں کی تفصیل ہے......سات سے لے کر سات سو تک......مگر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان یہ ہے کہ......کل کبیرہ گناہ چار ہیں......

(۱) اَلْیأسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰہِ......اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد سے مایوس ہو جانا

(۲) اَلْقُنُوْطُ مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ......اللہ کی مغفرت اور رحمت سے ناامید ہو جانا

(۳) وَالْاَمْنُ مِنْ مَکْرِ اللّٰہِ......اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور خفیہ تدبیر سے بے خوف ہو جانا

(۴) وَالشِّرْکُ بِاللّٰہِ......اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا......

کچھ لوگ گناہ کرتے ہیں اور گناہوں کی دلدل میں پھنستے جاتے ہیں......پھر جب خود کو ہر طرف سے گناہوں میں لتھڑا ہوا پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مکمل طور پر مایوس ہو کر......نہ استغفار کرتے ہیں اور نہ توبہ......وہ کہتے ہیں کہ ہم تو گناہوں سے نکل ہی نہیں سکتے......زبانی توبہ کا کیا فائدہ؟......ہمیں استغفار سے شرم آتی ہے کہ بار بار توبہ توڑتے ہیں......بظاہر یہ اچھی سوچ ہے مگر حقیقت میں شیطانی نظریہ اور سوچ ہے......یہ اللہ تعالیٰ سے مکمل طور کٹ کر شیطان کی گود میں گرنے کا اعلان ہے......یہ اللہ تعالیٰ کی صفت مغفرت اور قوت مغفرت کا انکار کرنا ہے......کون سا گناہ اللہ تعالیٰ سے بڑا ہے......کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے زیادہ وسیع ہے؟......اللہ تعالیٰ جب مغفرت دینے پر آجائے تو ایسی قوت والی مغفرت دیتا ہے کہ......گناہوں کے تمام اثرات تک مٹ جاتے ہیں......اگر کسی کے گناہوں کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا......گناہوں کے انڈے بچے دور دور تک پھیل گئے......تب بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت جب آتی ہے تو ان تمام گناہوں اور ان کے اثرات کو ختم کر دیتی ہے......اور جو حقوق گناہگار کے ذمہ لوگوں کے ہوتے ہیں......وہ بھی ادا کروا دیتی ہے......اور جن گناہوں کا داغ بہت گہرا ہو......ان کی جگہ گہری نیکیوں کی توفیق لے آتی ہے......

ایک آدمی کروڑوں روپے کی خیانت کر کے......سچی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کو اربوں روپے دے دیتے ہیں کہ وہ کروڑوں کی خیانت بھی واپس کر آئے اور مزید کروڑوں کے صدقات جاریہ بھی چھوڑ آئے......اللہ تعالیٰ کوئی معمولی معافی دینے والے نہیں......غفور ہی غفور......غفّار ہی غفّار......حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا جرم کیا تھا......توبہ کرنے اور توبہ قبول ہو جانے کے باوجود غم میں کڑھتے تھے تو......ربِّ غفور نے انتظام فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک بڑے دشمن کو قتل کرنے کی سعادت عطا فرما دی......تاکہ دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے......ارے سچے دل سے معافی تو مانگو، سچے دل سے توبہ کے دروازے پر تو آؤ......اللہ تعالیٰ غافر وغفور ہے......مغفرت کے اصل معنیٰ پردہ ڈالنے، ڈھانپنے اور چھپانے کے آتے ہیں......پرانے زمانے کی جنگوں میں سر پر جو لوہے کی ٹوپی پہنی جاتی تھی......اسے ''مغفر'' کہتے تھے......وہ سر کو حفاظت سے ڈھانپ لیتی تھی......اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مغفرت

انسان کو گناہوں کے ہر شر سے......دنیا اور آخرت میں محفوظ کر دیتی ہے......ڈھانپ لیتی ہے......اہل دل فرماتے ہیں کہ......گناہ ایک ظلم ہے جو انسان اپنی ذات پر ڈھاتا ہے......پھر گناہگار تین قسم ہیں:

(۱) ظالم......یعنی عام گناہگار

(۲) ظلوم......بڑے سخت گناہگار

(۳) ظلّام......یعنی بار بار گناہوں میں گرنے والے

مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیں کہ......جو بندے ''ظالم'' ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے ''غافر'' ہے......بخشنے والا......جو ''ظلوم'' ہیں یعنی سخت گناہگار......ان کے لئے اللہ تعالیٰ ''غفور'' ہے......یعنی ''ٹھاٹھ'' کی مغفرت دینے والا......اور جو ''ظلّام'' ہیں بار بار گناہ کرنے والے ان کے لئے اللہ تعالیٰ ''غفار'' ہے......بار بار بخشش فرمانے والا......تم دل سے بخشش مانگو تو سہی......مغفرت مانگنے اور بخشش طلب کرنے کو ہی استغفار کہتے ہیں......دل کی ندامت کے ساتھ استغفار......بات یہ چل رہی تھی کہ......اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے ناامید ہونا یہ بڑا سخت کبیرہ گناہ ہے......دوسری طرف کچھ لوگ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہو جاتے ہیں......وہ دنیا میں تکلیفیں اور مصیبتیں دیکھ دیکھ کر شیطان کے اس جال میں پھنس جاتے ہیں کہ......اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) نہیں سنتا......اللہ تعالیٰ مدد نہیں فرماتا......تو ایسا نظریہ بنا لینا بھی سخت کبیرہ گناہ ہے......اللہ تعالیٰ ضرور سنتا ہے اور وہ نصرت بھی فرماتا ہے......مگر جلد باز انسان اس کی نصرت کے انداز کو ہمیشہ نہیں سمجھ سکتا......وہ سمجھتا ہے کہ نصرت نہیں آ رہی......حالانکہ نصرت آئی ہوئی ہوتی ہے......اگر وہ نہ آتی تو معلوم نہیں انسان کا کیا حشر ہوتا......یہاں ایک ضروری بات یاد رکھیں......اگر اپنے ایمان کی سلامتی چاہتے ہیں تو......غیر مسنون وظیفے اور عملیات زیادہ نہ کریں......عامل بننے کا شوق دل سے نکال لیں......مومن اور تائب بننے کا شوق دل میں بسائیں......اگر کوئی مرشد کامل نصیب ہے تو پوچھ پوچھ کر وظائف کریں......اگر مرشد کامل نصیب نہیں تو......تلاوت قرآن پاک......نوافل......نفل روزے، صدقہ......کلمہ طیبہ، استغفار، درود شریف......اور تیسرے کلمہ میں لگے رہیں......یعنی فرض عبادت کے بعد جو وقت ملے......ان میں بس یہی اعمال کریں اور مسنون دعاؤں کا اہتمام......ان کے لئے نہ کسی مرشد کی اجازت ضروری......اور نہ ان میں کوئی خطرہ......باقی وظائف یا تو آخر میں مایوسی کی طرف کھینچ لیں گے......یا نعوذ باللہ اپنی ذات کا تکبر دل میں آجائے گا جو تمام بیماریوں کی جڑ......اور مہلک کینسر ہے......

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ......ذی النورین تھے، جنت کی پکی بشارت رکھتے تھے......آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے......سخاوت کے تاجدار تھے......صدقات جاریہ کے امام تھے......حیاء میں اپنی مثال آپ تھے......مگر قبر پر جاتے تو زار و قطار روتے اور عذاب قبر کے خوف سے تھر تھر کانپتے......پھر ہمیں یہ کیفیت کیوں نصیب نہیں ہوتی؟......ہمیں قبر کا خوف ایک آنسو تک نہیں رلاتا......معلوم ہوا کہ دل

اور نفس میں خرابی اور تکبر ہے......اسی لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ......اللہ تعالیٰ کی دنیا اور آخرت میں پکڑ سے بے خوف ہو جانا بھی کبیرہ گناہ ہے......یہ حالت بری صحبت سے بھی بن جاتی ہے......اور زیادہ غیر شرعی وظائف سے بھی کہ......انسان کو اپنے اصل مسائل موت، قبر، حشر اور آخرت کی فکر نہیں رہتی......اسی لئے جو وقت وظائف میں لگتا ہے......وہ سچے استغفار میں لگ جائے......استغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ انسان کی حالت تبدیل فرما دیتے ہیں......حضرت سیدہ مطہرہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت آئی......اور مسئلہ پوچھنے کے انداز میں اپنے گناہ کا تذکرہ کرگئی......شاید کسی نے احرام کی حالت میں اس کی پنڈلی کو پکڑا یا چھوا تھا......اس نے جیسے ہی یہ بات بتائی......حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فوراً چہرہ پھیر لیا اور فرمایا:

رک جاؤ، رک جاؤ، رک جاؤ

اور پھر ارشاد فرمایا: اے ایمان والی عورتو! اگر تم میں سے کسی سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ دوسروں کو نہ بتائے...... بلکہ فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرے...... یاد رکھو! بندے عار میں ڈالتے ہیں بدل نہیں سکتے......جبکہ اللہ تعالیٰ بدلتا ہے......عار میں نہیں ڈالتا......یعنی تم اپنے گناہ لوگوں کو بتاؤ گی تو لوگ تمہارے اس گناہ کو مٹا نہیں سکتے......نہ تمہاری حالت کو تبدیل کر سکتے ہیں......اور نہ گناہ کے شر اور نقصانات سے تمہیں بچا سکتے ہیں......ہاں البتہ وہ تمہیں عار اور شرمندگی میں ضرور ڈال سکتے ہیں......جب بھی اُن کو موقع ملا وہ تمہیں اس گناہ کی وجہ سے رسوائی، شرمندگی اور بدنامی میں مبتلا کر سکتے ہیں......جبکہ اللہ تعالیٰ نہ شرمندہ کرتے ہیں، نہ بدنام فرماتے ہیں اور نہ عار دلاتے ہیں......بلکہ وہ تمہاری بری حالت کو اچھی حالت میں تبدیل فرما دیتے ہیں......وہ تمہیں گناہ کے نقصانات سے بچا لیتے ہیں......وہ ''العفو'' ہیں......معاف فرمانے والے......کہ اس گناہ کو مٹا دیتے ہیں......اور ''الغفور'' ہیں کہ اس گناہ کو چھپا لیتے ہیں اور بعض اوقات تو ایسی رحمت اور تبدیلی فرماتے ہیں کہ......خود گناہگار بندے کو بھی......اپنا گناہ یاد نہیں رہتا......گویا کہ گناہ کا ہر طرف سے نام و نشان ہی مٹ گیا......نہ وہ نامۂ اعمال میں باقی رہا، نہ وہ لکھنے والے فرشتے کو یاد رہا......نہ وہ اُس زمین کو یاد رہا جس پر وہ ہوا تھا......نہ وہ اُن اعضاء کو یاد رہا جن سے وہ گناہ کیا تھا...... اور نہ خود گناہگار بندے کو یاد رہا......ایسا فضل اور ایسی مغفرت اور کون کر سکتا ہے؟......زندگی کے سانس چل رہے ہیں......سورج مشرق سے طلوع ہو رہا ہے......توبہ کا دروازہ کھلا ہے......بھائیو! کثرت استغفار، بہت استغفار، سچا استغفار......

اچھی توبہ، خالص توبہ، سچی توبہ، پکی توبہ

سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ، نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ، نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ . . .

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ......

اللھم صل علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

☆......☆......☆



آج عیدالاضحیٰ کے موقع پر ابراہیم صاحب کے تینوں بیٹے اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ ایک ہی گھر میں اکٹھے تھے۔بچوں کے شور نے پورا گھر سر پر اٹھا رکھا تھا۔

تمام بچے ڈرائنگ روم میں اپنی مستیوں میں مشغول تھے جبکہ بڑے ایک طرف رکھے گئے صوفوں پر بیٹھے گپ شب میں مگن تھے۔

ننھا دو سالہ ہادی اپنی پوری توانائی صرف کرتے ہوئے باقی بچوں کو پکڑنے کی تگ و دو کر رہا تھا مگر وہ دو منٹ کا وقفہ لینا قطعاً نہیں بھولتا تھا۔

ابراہیم صاحب نے اشارے سے سب بچوں کو پاس بلایا۔سب بچے ان کے پاس دوڑے چلے آئے،ہادی سب بچوں کو پار کرتے ہوئے اپنے دادا کی گود میں چڑھ کر بیٹھ گیا اور ان کی داڑھی سے کھیلنے لگا۔

''جی تو بچو! ہر بار میں آپ سب کو کہانی سناتا ہوں......آج کچھ مختلف کریں؟''

''وہ کیا دادا جی!''حنین نے بے تابی سے پوچھا۔

''لو جی! پہلے اس ملکہ عالیہ کو بتا دیں دادا جان!''داؤد نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

''داؤد کے بچے! مجھ سے پنگا مت لو ورنہ!''حنین نے شہادت کی انگلی سے تنبیہ کی۔

''پہلی بات...... میں حنین صاحبہ! داؤد کا بچہ نہیں ہوں اور ورنہ کیا؟''داؤد نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

''ورنہ یہ کہ......(زور دیتے ہوئے) حنین داؤد کو کچا چبا جائے گی''عمر نے بھی گفتگو میں حصہ لینا فرض اول سمجھا۔

''دادا جی! بھلا کچا کیسے چبایا جا سکتا ہے؟''ہادی نے حیرانگی سے استفسار کیا۔اس کے معصوم سوال پر قہقہوں کی صدا بلند ہوئی۔ابراہیم صاحب نے گفتگو کا رخ مزید کسی اور طرف ہونے سے بچانے کے لیے کہنا شروع کیا۔

''اچھا بچو! تم لوگوں کی نوک جھوک تو جاری رہے گی...... کچھ اور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آج آپ سب مجھے کچھ بتائیں گے اور جس نے بہترین جواب دیا اس کو بلا شبہ انعام بھی ملے گا۔''

''اور بتانا کیا ہے؟''سعد ابراہیم بھی بول اٹھے۔

''ہر بچہ بتائے گا کہ اس نے عید الاضحیٰ کے موقع پر

کیا سیکھا؟''

''سوال تو بہت دلچسپ ہے''مسز سعد گویا ہوئیں۔

''چلیں جی! میں تیار ہوں مقابلے کے لیے''علی نے جوش سے کہا تو ساتھ بیٹھا عثمان بول اٹھا۔

''آپ کی تیاری کی پرواہ کسے ہے، مقابلہ تو ہر حال میں ہو کر ہی رہے گا۔''

''یہ تم سب کی لڑا کا روح کچھ دیر کے لیے سو نہیں سکتی؟''مسز سعد نے عثمان کے کان کھینچتے ہوئے کہا۔

''بیگم! وہ دن تو اب عید کا چاند بن گیا ہے۔''سعد ابراہیم کی بات پر سب ہنس دیے۔

''دادا جی! کیا ہم کسی کی مدد لے سکتے ہیں؟''ہادی نے پھر سے ایک معصومانہ سوال کر ڈال۔

''تو پھر یہ مقابلہ کیسا؟''علی نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''نہیں ہادی بیٹا! مقابلہ تو اپنی قابلیت سے جیتا جاتا ہے''ابراہیم صاحب نے پیار سے اسکا گال تھپتھپایا۔

''تو چلو آغاز کرتے ہیں''......مسز رحمان بولیں۔

''پہلے میں، پہلے میں''کہ نعرے سے پورا کمرہ گونج اٹھا۔ بالآخر خاموش بیٹھی ہانیہ بول اٹھی۔

''یہ کیا میں، میں لگا رکھی ہے، آپ لوگ اس کمرے کو منڈی تو نہ بناؤ!''

''ہانیہ! بالکل بجا کہا۔ لہٰذا مقابلے کا آغاز ہانیہ کرے گی۔''ابراہیم صاحب نے حتمی انداز میں کہا۔

''جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ عیدالاضحی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ لہٰذا حضرت ابراہیمؑ کا ایمان افروز واقعہ آپ سب بخوبی جانتے ہوں گے۔ عیدالاضحی کے موقع پر حضرت ابراہیمؑ کو یاد کرنا تو فرض ہے کیونکہ خلیل نے ہمارے لیے ایمان کا ایک سٹینڈرڈ قائم کر کے دیا کہ ایمان کیسا ہونا چاہیے۔

ایمان ایسا ہو کہ اللہ جو بھی حکم دیں اسے ایک پل ضائع کیے بغیر پورا کرو اور یقین رکھو کہ رب تم سے زیادہ بہترین جانتا ہے کہ تمہارے لیے بہترین کیا ہے۔''

''بالکل بجا کہا بیٹی نے...... شاباش! جیتی رہو!''ابراہیم صاحب نے اس کا سر پیار سے تھپتھپایا اور کہنا جاری رکھا۔ اب ہادی بتائے گا۔

''عیدالاضحی ہمیں ایک اور پیغام بھی دیتی ہے کہ میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد کو برقرار رکھنے کے لیے تم لوگوں کو ملی ہوں لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے ورنہ عید ہوتی، نہ دنبے ذبح ہوتے نہ ہمیں عیدی ملتی''ہادی نے اداس ہوتے کہا۔

اس کے معصومانہ چہرے پر آئی اداسی کو دیکھ کر سب مسکرا دیے۔

''لو جی! کیا بات بتائی ہے ہادی نے''علی نے داد دیتے ہوئے کہا۔''ہادی نے بھی ایک اہم پہلو بیان کیا۔ شکریہ کہا جاتا ہے کہ جو اللہ کے بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ لہٰذا شکر کرنا بھی توفیق ہی کی بات ہے۔''

''اب میں بتاؤں''عمر بھی بول اٹھا۔

''جی بتائیں!''

''عیدالاضحی کے موقع پر ایک اور چیز جو ہمیں سیکھنے کو ملتی ہے وہ یہ کہ اللہ نے قرآن میں بجا فرمایا کہ اولاد اور مال آزمائش ہیں مگر خلیل نے سکھایا کہ عشق ہو تو اولاد جیسی محبوب

شے بھی راہِ اللہ قرباں کرنے سے گریز نہیں کرنی چاہیے۔‘‘

’’بالکل بجا فرمایا عمر نے۔اولاد واقعی ہی بہت بڑی آزمائش ہے۔لوگ بچوں کی خاطر بہت سے غلط اقدام اٹھانے پر اکثر مجبور ہو جاتے ہیں۔‘‘

’’چلیں اب اور کوئی۔‘‘علی نے ہاتھ بلند کیا۔

’’ہمم، جی علی!‘‘

’’حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ چونکہ عید الاضحی کی بنیادی وجہ ہے۔لہٰذا اس موقع پر جو میں نے سیکھا وہ یہ کہ جس طرح شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کے لیے انسانی روپ میں سامنے آیا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان براہ راست انسان کو نہیں بھٹکاتا۔اس کے پاس بہت سے حربے ہیں، پہلے وہ برائی کو مزین کر کے بطور نیکی ہمارے سامنے پیش کرتا ہے، پھر حالات کو بھی ایسا بنانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے کہ انسان برائی کرے۔‘‘

’’علی نے بھی ایک اہم پہلو کی جانب اشارہ کیا۔انسان چھوٹے گناہوں کو معمولی سمجھتا رہتا ہے اور یہی شیطان کا اہم ہتھیار ہیں۔ چھوٹے گناہ بہت سے بڑے گناہوں کی جڑ ہوتے ہیں۔‘‘

’’بابا جانی! کیا میں بھی اس مقابلے میں حصے لے سکتا ہوں۔‘‘رحمان ابراہیم نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور کمرے میں ایک خوشگوار سی حیرت نمایاں ہوئی۔

’’جی بالکل!‘‘ابراہیم صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں ایک اور بات ہے جسے زیرِ غور لانے کی ضرورت ہے۔اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لینا چاہتے تھے۔جب اللہ نے کہا اپنی سب سے پیاری شے میری راہ میں قربان کر دو! اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لختِ جگر کو لے کر چل پڑے۔اللہ چاہتے تو خلیل کے اس جذب کو دیکھتے ہوئے امتحان ختم کر دیتے مگر نہیں۔خلیل کی راہ میں شیطان نے رکاوٹیں ڈالیں، خلیل ڈٹے رہے۔اللہ نے امتحان ختم نہیں کیا۔خلیل نے ذبیح اللہ کو لٹایا۔یہاں تک کہ گردن مبارک پر چھری بھی رکھ دی مگر امتحان ختم نہ ہو۔امتحان ختم کب ہوا جب خلیل نے آخری قدم یعنی چھری چلا دی۔اس کا مطلب اللہ کو ہم سے قربانیاں نہیں چاہیے۔اللہ صرف نیت دیکھتا ہے اور انسان کی ثابت قدمی کہ وہ کب تک میری بات پر ڈٹا رہتا ہے۔‘‘

رحمان صاحب خاموش ہوئے تو کچھ وقفے کے لیے ماحول میں سکون رہا۔’’بھئی رحمان! تم نے تو کمال کا پہلو بتایا۔‘‘ابراہیم صاحب نے کہا۔

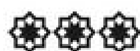
’’اس طرح تو بڑے ابا مقابلہ جیت گئے‘‘ہادی نے کہا۔

’’ہادی! اگر آپ مقابلے جیت جاتے تو انعام میں کیا لیتے؟‘‘ابراہیم صاحب نے ہادی سے استفسار کیا۔

’’آئس کریم!‘‘ہادی نے پھولے نہ سماتے ہوئے کہا۔

’’آئس کریم میں سب کو کھلاؤں گا۔مقابلہ کون جیتا؟ اس کا جواب نہیں ہے میرے پاس، ہر ایک نے بہترین پہلو بتایا اور ہر ایک کا شکریہ یہ بہترین باتیں بتانے کے لیے۔‘‘ابراہیم صاحب نے اعلانیہ انداز میں کہا۔

اور خاموش بیٹھے بچے پھر سے نوک جھوک کے میدان میں اتر آئے اور سب بڑے ان کی حالت زار پر مسکرا دیے۔





بقرہ عید

سیدہ حفظہ احمد

پیارے بچو! بقرہ عید قربانی والی عید کو کہتے ہیں، جس میں ہم اللہ کی راہ میں جانور کو قربان کرتے ہیں۔ آپ سب جانتے ہیں ناں بقرہ عید سے پہلے ایک اور عید آتی ہے، اس کو ہم کیا کہتے ہیں؟ جی ہاں! عید الفطر جو ہم رمضان کی خوشی میں مناتے ہیں۔ اس عید پر آپ سب کیوں خوش ہوتے ہیں ہم بتائیں؟ عیدی کی وجہ سے ناں؟ ہاہاہاہا۔ دیکھا آپ کے چہرے پر آگئی ناں ہنسی۔

اچھا اب بقرہ عید آنے والی ہے ہم اس بارے میں کچھ بات کرتے ہیں۔ کیا آپ کو اس عید کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ عید کیوں منائی جاتی ہے؟ اگر معلوم ہے تو بہت اچھی بات ہے۔ اگر نہیں معلوم تو اس کہانی کو مکمل پڑھے بغیر نہ چھوڑیے گا کیوں کہ میں آپ کو بتاؤں گی کہ یہ عید کیوں منائی جاتی ہے؟

دیکھو پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ اس میں ایک پیغمبر تھے، ان کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام تھا۔ کیا آپ ان کے بارے میں جانتے ہیں؟ جی ہاں!! یہ وہ پیغمبر تھے، جن کو ایک بادشاہ (نمرود) نے آگ میں ڈالا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پر یقین رکھا، وہ اللہ کے نیک بندے تھے ان کو وہ آگ بھی جنت کی ٹھنڈی ہوا جیسی لگی تھی، کیوں کہ اللہ نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہوجا! تو آگ اللہ کے حکم سے ٹھنڈی ہوگئی تھی۔

اچھا اب ہمیں بقرہ عید کے بارے میں جاننا تھا کہ کیوں ہم بقرہ عید مناتے ہیں تو اس کی طرف رخ کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام بی بی ہاجرہ تھا۔ حضرت بی بی ہاجرہ کے بیٹے

حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بی بی ہاجرہ کو اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیابان شہر مکہ میں اکیلے چھوڑ گئے۔ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ اسلام بہت چھوٹے تھے۔

مکہ میں کوئی بھی آباد نہیں تھا۔ بالکل سنسان علاقہ تھا۔ اللہ کا حکم تھا ان کو یہ سب کرنا پڑا۔ اللہ کے پیارے بندے تو اللہ کی باتیں مانتے ہیں ناں۔ اب یہاں میں پہلے ایک سوال کروں گی۔ کیا ہم اللہ کے پیارے بندے ہیں؟ سوچیں! اور اگر ہم اللہ کے پیارے بندے بننا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اللہ کی بات ماننی چاہیے۔

بالکل سنسان علاقہ تھا، وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا سے اللہ نے کچھ عرصے بعد اتنا اچھا بنا دیا وہاں اب کھجور کے باغات ہیں اور آب زم زم بھی ہے۔ کچھ عرصے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام جو کہ اللہ کے بہت پیارے بندے بھی تھے ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھوڑے بڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب آتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنی بہت پیاری چیز قربان کر رہے ہیں۔ وہ صبح اٹھ کر ایک جانور کی قربانی کر دیتے ہیں۔ اگلے دن پھر وہی خواب پھر سے قربانی کی۔ تیسرے دن پھر خواب آیا۔ صبح وہ سوچتے ہیں کہ میری سب سے پیاری اور قیمتی چیز کیا ہے؟ جس کا مجھے حکم دیا جا رہا ہے؟ وہ بہت سوچتے ہیں اس وقت ان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا خیال آجاتا ہے کہ میری سب سے پیاری شے میرا بیٹا ہے اور اس وقت وہ ان کے اکلوتے بیٹے تھے اور بہت وقت بعد اللہ نے ان کو اولاد عطا کی تھی۔

دوبارہ وہ اس جگہ جاتے ہیں جہاں اپنے بیٹے اور بیوی کو چھوڑ کر آئے تھے اور اپنے بیٹے کو اپنا خواب سناتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنی سب سے پیاری چیز اللہ کی راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ تو پتا ہے ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کیا کہتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ ابا جان! آپ کو جو اللہ کا حکم ہوا ہے آپ کر گزریے وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اللہ نے ان کے والد سے کیا چیز مانگی ہے اور اپنے والد کی بات کو اللہ کا حکم بجالانے کا کہتے ہیں۔

اس کے بعد کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام چپ چاپ سے اپنے بیٹے کو لے کر جاتے ہیں، اپنی بیوی یعنی حضرت ہاجرہ کو بھی نہیں بتاتے اور ساتھ میں ایک چھری اور ایک کپڑے کی پٹی بھی رکھ لیتے ہیں اور ایک میدان کی طرف جاتے ہیں۔ راستے میں شیطان ان کو روکتا ہے اور بہکانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اس کو کنکریاں اٹھا اٹھا کر مارتے ہیں اور میدان میں پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جانتے ہیں کہ اب والد صاحب کیا کرنے والے ہیں؟ اس لیے وہ لیٹ جاتے ہیں اور ان کے والد ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دیتے ہیں اور چھری اٹھا کر ان کو ذبح کرنے لگتے ہیں، ان کی گردن پر چھری رکھتے ہیں۔ اللہ اکبر! کی صدا بلند کرتے ہیں کہ اللہ رب العالمین اچانک سے ایک مینڈھا یعنی دنبہ بھیج دیتے ہیں اور فرشتے کے ذریعے پیغام بھجواتے ہیں۔

اے ابراہیم! آپ نے میرے حکم کی تعمیل کی اور

خواب سچ کر دکھایا۔

اللہ تعالیٰ! ان سے بہت خوش ہوتے ہیں پھر اس طرح اب اس واقعے کی یاد میں ہم سب قربانی کرتے ہیں۔

اب ایک سوال کا جواب سوچیے خود سے۔کیا ہم جو قربانی کرتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں کرتے ہیں یا دوسروں سے ٹکر کی بنا پر؟ ہم نے تو اتنا مہنگا اور اتنا بڑا جانور قربان کیا ہے یہ تو دکھاوا ہوا ناں۔ قربانی تو ہمیں اللہ کی راہ میں کرنی ہوتی ہے لوگوں کی واہ واہ سے ہمیں غرض نہیں ہونی چاہیئے اور صرف ثواب کی نیت کرنی ہوتی ہے۔اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنا ہوتی ہے۔

کیا آپ بھی اللہ کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں ؟؟؟ تو ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کریں۔

جب بھی کوئی نیک کام کریں تو سوچیں یہ کام صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے۔ اس میں ریاکاری کی جھلک بالکل بھی نہ ہو۔

آج سے یہ عزم کریں کہ ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کریں گے۔ان شاء اللہ!

نماز کے فوائد

ہمشیرہ محمد احمد

حافظ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں نماز کے کچھ فوائد بیان کیے ہیں وہ اور کچھ مزید حسب ذیل ہیں۔ چنانچہ یاد رہے کہ:

1۔نماز حصول رزق کا باعث ہے۔

2۔پریشانی سے نجات دلاتی ہے۔

3 دل کو تقویت دیتی ہے۔

4 ان کے لئے فرحت بخش ہے۔

5۔سم میں نشاط پیدا کرتی ہے۔

6۔شرح صدر کا ذریعہ ہے۔

7۔دل کو منور کرتی ہے۔

8۔عذاب الٰہی سے حفاظت کا باعث بنتی ہے۔

9۔شیطان سے دور رکھتی ہے۔

10۔محافظ صحت ہے۔

خالو بکرا



"اس دفعہ فرحانہ اور اس کے بچے بقر عید ہمارے ساتھ لاہور میں ہی کریں گے"

ناشتے کی میز پر رخسانہ بیگم کی پر جوش اطلاع پر منیر حسین کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ مکھن سے بھرا سلائس گلے میں اٹک کر اچھو لگ گیا۔

رخسانہ بیگم نے جلدی سے انہیں پانی کا گلاس تھمایا اور چھوٹی بیٹی ان کی کمر سہلانے لگی بمشکل منیر حسین کا سانس بحال ہوا تو ناشتے کی میز پر بیٹھی ان کی بیٹیوں کی دبی دبی سی ہنسی چھوٹ گئی۔

انہیں اچھی طرح پتہ تھا کہ اکلوتی لاڈلی خالہ اور ان کے چار ہر سائز کے افلاطون صاحبزادوں کی "ناگہانی" آمد کی اطلاع نے والد محترم کی یہ حالت کی ہے۔

❁❁❁

ذی الحج کا مقدس چاند اپنے ساتھ قربانی کا جوش وجذبہ اور خوشیاں لے کر آیا تھا۔ منیر حسین عام طور پر عیدالاضحی سے دو تین دن پہلے ہی قربانی کا جانور لاتے تھے کیونکہ اولادِ نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ قربانی کے جانور کی دیکھ بھال بھی اکیلے ہی کرنی ہوتی تھی۔

لیکن اس دفعہ معاملہ الٹ تھا۔ ان کی اکلوتی لاڈلی سالی فرحانہ بیگم اور اسکے افلاطونوں کی سواری بادِ بہاری کی آمد ہو چکی تھی اور اس کے چھوٹے بڑے ہر سائز کے

''لاڈلوں'' کی شرارتوں نے گویا منیر حسین کا تو ناطقہ ہی بند کر دیا تھا۔ نہ وہ بیگم کے ڈر سے کھل کر ناگواری کا اظہار کر سکتے تھے۔ سو اندر ہی اندر کڑھتے بظاہر پھیکی سی مسکراہٹ سجائے پھرتے۔

اگر بڑے برخودار کو ''پب جی'' کھیلنے کے لئے خالو کا سمارٹ فون چاہیے تھا تو اس سے چھوٹے کو آدھی رات کو ''پیزا'' آرڈر کروانا ہوتا۔ تیسرے نمبر والے لاڈلے کو کرکٹ کا جنون تھا۔ اپنی آمد کے بعد سے وہ دو کھڑکیوں کے شیشے اور گلی میں نصب مین اسٹریٹ لائٹ توڑ کے ہمسایوں سے شکایات کا شرف حاصل کر چکا تھا۔ اب رہ گئے سب سے چھوٹے برخودار تو وہ سب سے ہی آگے نکل گئے۔

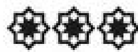
اس شام چائے کے بعد سب گھر والے اکٹھے تھے جب قربانی اور جانوروں کا ذکر چل پڑا۔ بڑوں اور بچوں کی پر جوش گفتگو سن کر فرحانہ کے سب سے چھوٹے تین سالہ ریان کے ذہن میں جانے کیا سمائی کہ وہ ماں کے پہلو سے اٹھا اور منیر حسین کے پاس آ کر ان کی قمیض کھینچتے ہوئے راگ الاپنے لگا ''خالو بکرا، خالو بکرا'' ادھر جہاں جملہ حاضرین کا مشترکہ قہقہہ ابھرا۔ منیر حسین اپنی جگہ کھسیانے سے ہو گئے۔

''منیر پائی یان! یہ آپ کو کہنا چاہ رہا ہے کہ چلو منڈی سے بکرا خرید کر لاتے ہیں'' فرحانہ کے پنجابی ملے لہجے میں ٹھٹھا مار کر کہنے پر منیر حسین کے رنگ اڑ گئے تھے۔۔۔

فرحانہ نے تو چاہے یہ مذاق میں ہی کہا تھا لیکن رخسانہ بیگم کے تیور بتا رہے تھے کہ اپنے لاڈلے بھانجوں کی فوج ظفر موج کے ساتھ وہ انہیں بکر منڈی میں بکرا تلاش کرنے کی ''مہم'' پر ضرور روانہ کریں گی۔

اپنی صاف چٹیل میدان جیسی چندیا پر ہاتھ پھیرتے انہوں نے خشک ہونٹوں پر زباں پھیری اور کھسیانے سے ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

ادھر ریان ''خالو بکرا، خالو بکرا'' کی گردان کر رہا تھا اور منیر حسین کو اپنا آپ ''قربانی کے بکرے'' سے کسی طور کم دکھائی نہ دے رہا تھا۔



کوپن برائے ''وہ کون تھا؟''

نام: ....

ولدیت: ....

مکمل ایڈریس: ....

تعلیم: ....

جواب: ....

ہدایات: (انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائے گا اور ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور جواب بغیر کوپن کے قبول نہیں کیا جائے گا)

قُربانی کا بکرا اور فاطمہ

از قلم ماریہ مقادم

''مما! مما!'' پانچ سالہ ننھی سی فاطمہ روتے روتے امی کو پکارتی گھر کے اندر بھاگی۔

''کیا ہوا کس نے تنگ کیا میری بیٹی کو؟'' امی نے کمرے سے نکل کر فاطمہ کو پیار کرتے ہوئے پوچھا۔

''بھائی نے۔'' فاطمہ نے بڑی معصومیت سے بتایا۔

''کیا کیا طلحہ نے؟'' امی نے پوچھا۔

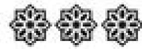
''کچھ نہیں امی! کسی نے تنگ نہیں کیا، بھائی قربانی کا بکرا لائے ہیں اور یہ ڈر کر بھاگ گئی۔'' رقیہ نے آ کر ہنستے ہوئے وضاحت سے پوری بات امی کو بتائی۔

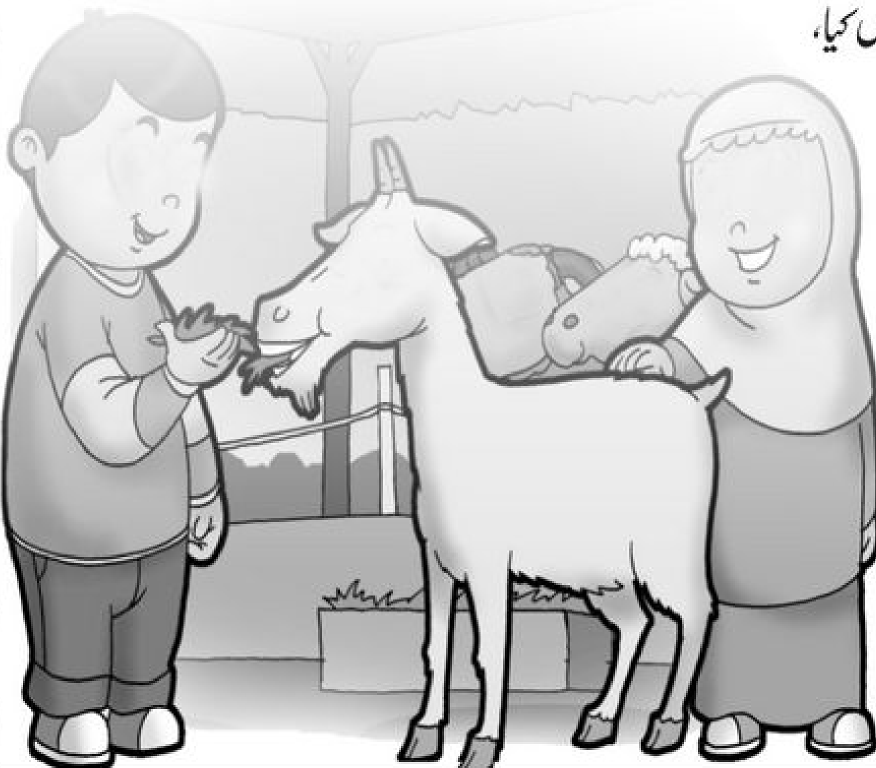
''او ہو! تو یہ ساری چیخ و پکار ایک بکرے کے ڈر سے تھی۔'' امی نے ہنستے ہوئے فاطمہ کو دیکھا۔

''مما! بھائی بکرے کو میرے پیچھے پیچھے لے کر آرہے تھے۔'' فاطمہ نے رونی صورت بنا کر کہا۔

''تو کیا ہوا بیٹا! وہ آپ کو کھا تو نہیں سکتا بہت پیارا بکرا ہے، اس سے ڈرتے نہیں اس کو چارہ کھلاتے ہیں پانی پلاتے ہیں۔'' امی نے پیار سے فاطمہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

طلحہ قربانی کے لیے بکرا لایا تھا جس سے ڈر کر فاطمہ نے پورا گھر سر پر اٹھا لیا تھا، مگر امی کے سمجھانے کے بعد اس کو کھانا تو نہیں کھلایا لیکن ڈر کم ہو گیا تھا، اب وہ اسے دور سے کھڑی دیکھ کر ہنس رہی تھی۔





''آؤ! ہم بکرے کو کھانا کھلائیں۔'' اگلے دن قاسم نے فاطمہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''نہیں آپ کھلائیں میں یہاں سے دیکھوں گی۔'' فاطمہ نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

''آؤ تو صحیح میرے ساتھ آؤ کچھ نہیں کرتا، وہ دیکھو! کلثوم بھی تو اس کے پاس کھڑی ہے'' قاسم نے فاطمہ سے دو سال بڑی کلثوم کی طرف اشارہ کیا جو بکرے کے پاس کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

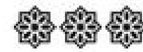
''ہاں فاطمہ آؤ نا، دیکھو کچھ نہیں کرتا۔'' کلثوم نے بھی فاطمہ کو بلاتے ہوئے بکرے کے سامنے ہاتھ ہلایا، جس کو اس نے صرف دیکھا اور کچھ نہیں کیا۔

فاطمہ کی ہمت بڑھی اور اس نے قاسم کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''لیکن بھائی جان! آپ مجھے چھوڑ کر مت جانا۔''

''نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں کہیں نہیں جا رہا'' قاسم نے ہنستے ہوئے اس کو تسلی دی۔

اپنے ہاتھوں سے جب کھلا کر دیکھا کہ بکرا واقعی کچھ نہیں کرتا تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی اور جیسے جیسے فاطمہ کی ہمت بڑھ رہی تھی بکرے کی شامت آ رہی تھی۔



''چل میرے گھوڑے! چل میرے گھوڑے!'' فاطمہ بکرے پر سوار ہو کر بڑے مزے سے کہہ رہی تھی۔

''یا الٰہی! کوئی اسے بتا دے کہ میں اس کا گھوڑا نہیں بکرا ہوں۔'' بکرا دل میں سوچنے لگا۔

دو دن میں فاطمہ بکرے سے اس قدر مانوس ہو چکی تھی کہ اب اس کی سواری اور اس کی پٹائی سب کچھ کر لیتی تھی اور بیچارہ بکرا سوچتا تھا کہ وہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہے۔

''دھپ'' فاطمہ نے بکرے کی کمر پر ایک دھپ رسید کی۔

''فاطمہ!!!!! کیا کر رہی ہو؟'' رقیہ نے چیخ کر کہا۔

''وہ کھانا نہیں کھا رہا اس لیے ایک تھپڑ مارا ہے میں نے۔'' فاطمہ نے آنکھیں گھما گھما کر ایسے بتایا جیسے بہت ہی اچھا کام کیا ہو۔

''اللہ کی بندی! اسے بھوک نہیں لگی ہو گی، بس کرو تنگ مت کرو اس کو'' رقیہ نے اپنا سر پکڑ لیا۔

''یا الٰہی! یہ کس گناہ کی سزا مل رہی ہے مجھے؟'' بیچارہ بکرا سوچ میں پڑ گیا۔

''بیچارے کی تھوڑی سی ہی زندگی رہ گئی ہے سکون سے جینے دو، صبح ابو نے اس کو ذبح کر دینا ہے۔'' رقیہ فاطمہ کو اس سے دور کرنے لگی۔

''کیوں؟؟!!!'' فاطمہ کو تو صدمہ ہی لگ گیا۔

''کیا مطلب کیوں؟ بھائی لائے ہی قربانی کے لیے تھے، صبح عید ہے اور ابو نے اس کو ذبح کر دینا ہے۔'' رقیہ نے بتا کر گویا فاطمہ کے سر پر بم پھوڑ دیا۔

''نہیںںں!!!!!'' فاطمہ نے روتے ہوئے چیخ کر کہا۔

''یہ میرا بکرا ہے اس کو ذبح نہیں کرنا، بھائی سے کہو کہ دوسرا لے آئیں قربانی کے لئے۔'' وہ روتے ہوئے اپنا ہاتھ رقیہ سے چھڑا کر دوبارہ بکرے کے پاس جا پہنچی۔

''مفت میں نہیں ملتا کہ دوسرا لے آئیں!'' رقیہ نے اپنا ہاتھ سر پر مارتے ہوئے کہا۔

"جب لائے تھے تب تو تم رو رہی تھی کہ واپس لے جاؤ،اب کیوں رو رہی ہو جب ذبح کرنے لگے ہیں تو؟"

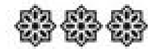
"تب میرا دوست نہیں تھا،اب یہ میرا دوست ہے۔" فاطمہ نے رقیہ سے کہا اور بکرے کے گلے میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کیا اور اس کو زور زور سے پیار کرنے لگی۔

"جب سے تو مجھے مار مار کر میرا حال برا کیا ہوا تھا، اب یہ اتنا پیار کہاں سے آگیا؟" بے چارے بکرے کے دل میں آیا کہ کہے۔

"یا الٰہی! اس لڑکی کا پیار بھی ایسا ہوتا ہے کہ بندے کا دم گھٹ جائے۔

اللہ نہ کرے کہ یہ کسی اور سے بھی پیار کرے، میں نے تو برداشت کر لیا کوئی اور اگر برداشت نہ کر سکا تو مر جائے گا۔ آنکھیں گھما کر بکرے نے فاطمہ کو دیکھا۔

بکرا بول نہیں سکتا تھا اس لئے صرف سوچنے پر ہی اکتفا کر رہا تھا۔



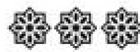
عید کے دن سب خوش تھے جن میں سب سے زیادہ خوش بکرا تھا کہ چلو آج تو میری اس لڑکی سے جان چھوٹ جائے گی۔

اس خوشی میں وہ اپنی موت کا غم بھی بھولے ہوئے تھا۔

اور فاطمہ۔اس نے تو رو رو کر اپنا حال برا کیا ہوا تھا۔

لیکن پھر جب محلے کے سارے بچے عید ملنے آئے تب اس نے اپنا رونا بند کیا اور تیار ہوئی اور سب کے ساتھ خوشی خوشی کھیل میں مصروف ہوگئی۔

اور بکرے نے بھی خوشی خوشی اپنی گردن قربانی کے لیے آگے پیش کر دی کہ آج کے بعد کوئی مجھے گھوڑا سمجھ کر میری سواری نہیں کرے گا۔



ہم ظالم ہیں

ہم خود،خود پر ظلم کرتے ہیں اللہ سے دور جا کر۔ہماری روح چیخ رہی ہوتی ہے۔اسے اللہ کی ضرورت ہوتی ہے۔وہ اللہ کے لئے اداس ہوتی ہے۔اور ہم اسے ہر حقیر چیز سے بہلانا چاہتے ہیں

ہم اسے وہ نہیں دیتے جو وہ طلب کرتی ہے،ہم اسے طرح طرح کے رنگ برنگے کھلونوں سے بہلانا چاہتے ہیں

وہ نہیں مانتی وہ تکلیف میں ہوتی ہے۔وہ بے چین ہوتی ہے۔اور اسی وجہ سے ہمیں سب کچھ ہوتے ہوئے سکون نہیں آتا ہم مسکراتے تو ہیں پر ہم خوش نہیں ہوتے ہم بس ٹالتے رہتے ہیں اپنی اس ضرورت کو جس کے ساتھ ہی ہماری بقاء ہے۔اور ٹالتے ٹالتے اس نہج پر آجاتے ہیں کہ ہم زندہ جسموں میں مردہ روحیں لئے پھرتے ہیں!! اللہ ہم پر ظلم نہیں کرتے ہم خود ہی خود پر ظلم کرتے ہیں،خود کا تعلق اللہ سے کاٹ کر...

انیسہ احمد

تقویٰ

غنویٰ عمر حیات

منٹو اور ببلی گھر کے باہر درخت کی چھاؤں میں بندھے ہوئے تھے جہاں ان کے ساتھ محلے کے باقی جانور بھی تھے اور گپ شپ کر رہے تھے۔

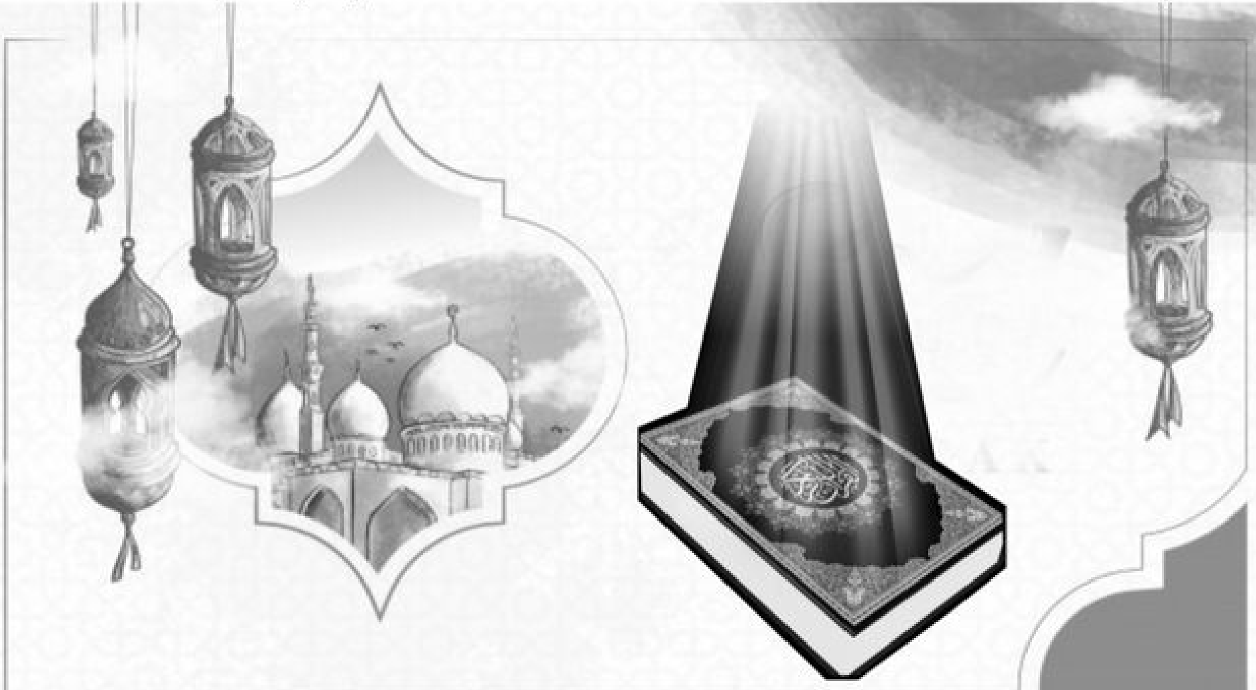
"میں بہت برا ہوں، کوئی بھی مجھ سے پیار نہیں کرتا۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"منٹو! آپ کو اچانک کیا ہوگیا ہے؟" ببلی نے یوں اچانک اسے روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔

"بس سب شیرو سے ہی محبت کرتے ہیں۔" منٹو نے روتے ہوئے کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے، آپ کو ضرور بدگمانی ہوئی ہوگی۔"

"نہیں ببلی خالہ! یہی حقیقت ہے۔ حماد میاں نے اپنے شیرو کو کتنا پیارا تیار رکھا ہوا ہے، اسے مہندی بھی لگائی ہے، گھمانے بھی لے کر جاتے ہیں اور ذیشان پہلے تو مجھ سے بہت پیار کرتا تھا اب پتہ نہیں کیا ہوا کہ میری طرف کوئی دیکھتا تک نہیں ہے۔" منٹو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔



"ابو! آپ بکرا نہیں لائے؟" ذیشان نے اسکول سے آتے ہی پوچھا۔

"جی بیٹا! آپ کا بکرا باہر درخت کی چھاؤں میں بندھا ہوا ہے۔"

اس کے ابو نے کہا تو وہ بیگ رکھتے دوڑتا ہوا جلدی سے بکرے کے پاس گیا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"بیٹا! پہلے کپڑے تبدیل کر کے کھانا کھا لیں، بکرا ادھر ہی ہے۔"

اس کی امی نے کچن سے آواز لگائی۔

"جی امی آ گیا۔" وہ کچن کی طرف گیا۔

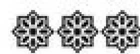
"جی تو کیسا لگا بکرا؟"

"بہت پسند آیا ہے، میں نے اس کا نام منٹو رکھا ہے، میں اس کو بہت خیال رکھوں گا، شام کو اسے گھمانے بھی لے کر جاؤں گا، حماد بھی روزانہ اپنا بکرا لے کر آتا ہے آج میرے پاس بھی ہو گا، کتنا مزہ آئے گا۔"

خوشی اس کے لہجے سے جھلک رہی تھی۔

"جی ضرور لے جانا آپ کا ہی بکرا ہے لیکن کچھ ایسا مت کرنا جس سے اس کو تکلیف ہو۔" ذیشان کے ابو نے سمجھایا۔

"جی ابو! مجھے پتہ ہے کہ جانوروں کا خیال رکھنا چاہیے اور خاص طور پر جو جانور قربانی کے لیے ہوں ان کی زیادہ خدمت کرنی چاہیے۔"



ذیشان تو بس شام کے انتظار میں تھا، جیسے ہی شام ہوئی اس نے اپنے منٹو کی رسی کھولی اور اسے گلی میں گھمانے لے گیا۔

"حماد! دیکھو آج میرے پاس بھی بکرا ہے۔" اس نے حماد کو آواز لگائی۔

"ہاہاہا اسے بکرا کہتے ہیں؟" اس نے مزاق اڑاتے ہوئے کہا کیونکہ ذیشان کے ابو کے اتنے حالات نہیں تھے کہ وہ قربانی کر سکتے لیکن ذیشان کی ضد کے آگے وہ مجبور تھے تو کم قیمت والا بکرا لائے جو دبلا پتلا سا تھا۔

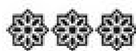
"یہ دیکھو! ایسے بکرے ہوتے ہیں، تب ہی تو شیرو نام رکھا ہے ناں اس کا۔"

اس نے فخریہ انداز میں اپنے بکرے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا؟ ابھی تو قربانی میں پورا ماہ ہے، میں اس کی خوب خدمت کروں گا یہ بھی موٹا تازہ ہو جائے گا تمھارے شیرو کی طرح۔"

"زندہ رہا تو تب ناں۔"

حماد نے یہ کہتے ہوئے قہقہ لگایا اور اس کے باقی دوست بھی ہنسنے لگے، وہ اپنے شیرو کی رسی پکڑے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ ذیشان کو اس کی اس حرکت سے بہت دکھ ہوا اور اسے اپنے بکرے سے نفرت ہونے لگی کہ اسی کی وجہ سے اسے سب کے سامنے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔



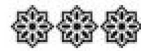
"ذیشان کیا بات ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں آپ کافی دنوں سے منٹو کا بالکل خیال نہیں رکھ رہے۔" انہوں نے استفسار کیا۔

''بابا! مجھے نہیں چاہیے یہ سڑیل سا بکرا، مجھے حماد کے شیرو کی طرح کا بکرا چاہیے۔''

''آپ کو پتہ ہے ناں کہ ہمارے اتنے حالات نہیں تھے، جتنے پیسے تھے ان میں یہی مل سکتا تھا تو میں لے آیا، ہم اس کا خوب خیال رکھیں گے تو یہ بھی شیرو جیسا ہو جائے گا۔''

''بس مجھے نہیں پتہ۔''

وہ پیر پٹختا ہوا کمرے سے چلا گیا۔



''عید الاضحیٰ کے موقع پر اسلام میں قربانی کی بہت زیادہ فضیلت و عظمت ہے اور قربانی کرنا ایک اہم عبادت ہے اور آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ عبادات میں نیت کا خالص ہونا کتنا ضروری ہے۔''

عید الاضحیٰ میں کچھ ہی دن باقی تھے اور آج مسجد میں قربانی کے متعلق ہی جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا جارہا تھا۔

ذیشان اور حماد دونوں غور سے خطبہ سن رہے تھے، ان دونوں کے ابو ان کو جمعہ کی نماز کے لیے لازمی لاتے تھے۔

''اللہ رب العزت کے ہاں وہی قربانی قبول ہوتی ہے جو خالص رب کی رضا کے لیے ہو، اللہ رب العزت کو ہمارے جانوروں کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا بلکہ ہماری نیت پہنچتی ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

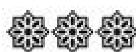
''اللہ کے پاس قربانی کے جانور کا گوشت پہنچتا ہے نہ ہی اس کا خون، البتہ اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی نیتوں کو خالص کر لیں کیونکہ محلے داروں اور رشتہ داروں کو دکھانے کے لیے خوب موٹے تازے جانور کی گئی قربانی کے اجر کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو کیا فائدہ کہ آپ اپنے جان سے پیارے جانور کو اللہ کی راہ میں قربان بھی کریں لیکن اس کا اجر آپ کو نہ ملے اور سب ضائع ہو جائے؟''

مولانا صاحب ابھی خطبہ دے رہے تھے۔ ذیشان اور حماد نے ندامت سے آنکھیں جھکا لیں کیونکہ دونوں کی نیت ہی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی تھی۔ دل ہی دل میں دونوں نے اپنے کیے گئے عمل کی اللہ سے معافی مانگی اور مسجد سے نکلتے ہی حماد نے ذیشان سے بھی معذرت کی جبکہ ذیشان نے تو ابھی اپنے منٹو سے بھی معافی مانگنی تھی کہ اس نے حماد کے شیرو جیسے بکرے کی حرص میں اپنے منٹو کو اتنے دنوں سے پوچھا تک نہیں تھا۔

''میرے دوست! مجھے معاف کر دو اب تمہارے جتنے بھی دن میرے پاس رہتے ہیں میں تمہاری خوب خدمت کروں گا اور شام کو گھمانے بھی لے کر جایا کروں گا۔'' اس نے منٹو کے سامنے چارہ اور پانی رکھتے ہوئے کہا۔

منٹو نے خوشی سے بلی گائے کی جانب دیکھا کیونکہ آج اس کا شکوہ ختم ہو چکا تھا۔





شاہ رخ گل

اُففف یہ جانور

مویشی منڈی میں جانے سے پہلے لمبو اونٹ نے ایک شاندار تقریب رکھی تھی۔ جس میں تمام جانوروں کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس تقریب میں جانوروں کے لیے من پسند کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔

لمبو اونٹ اور اس کے ساتھیوں نے مل کر تمام تیاریاں مکمل کی۔ شام ہوتے ہی سب جانور اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔

پپو بیل نے سب کا استقبال کیا۔ جب ہال مہمانوں سے بھر گیا تو ڈوڈو دنبے نے مائیک سنبھالتے ہوئے تقریب کا آغاز کیا۔

" سب سے پہلے تو میں یعنی آپ کا پیارا ڈوڈو آپ سب بہن بھائیوں کو عید سے پہلے عید منانے کے لیے اس تقریب میں خوش آمدید کہتا ہوں۔

اونٹ برادران کا شکریہ جنھوں نے ہم سب کے لیے اس تقریب کا اہتمام کیا۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کو چند دن ہی باقی رہ گئے ہیں۔ کل سے بہت سے بھائی ہم سے بچھڑ جائیں گے۔ کچھ کی ملاقات مویشی منڈی میں ہو گی۔ مویشی منڈی کے بعد کا حال کسی سے بھی پوشیدہ نہیں لہٰذا یہ تقریب اس لئے رکھی گئی ہے کہ آج کی شام آپ سب تھوڑا محظوظ ہو لیں۔ اس سے پہلے کہ آپ میری باتوں سے تنگ آ جائیں۔ میں چینو بکرے اور اس کے ساتھیوں کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دوں گا۔ وہ آئیں اور آ کر اپنے پرفارمنس سے اس تقریب کو چار چاند لگا دیں۔ آپ سب کی بھرپور تالیوں میں حاضر ہیں چینو اور اس کے ساتھی۔"

" ابو جی! مجھے یہی بکرا خریدنا ہے۔ یہ داؤد کے

بکرے سے بڑا اور پیارا ہے۔'' (چنٹو بکرے نے عبداللہ کی اداکاری کرتے ہوئے چنٹو کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔)

"میرے بیٹے کو یہ بکرا پسند آگیا ہے۔ ہاں بھئی! اس بکرے کی کیا قیمت ہے؟" (مِنٹو بکرے نے عبداللہ کے ابا کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔)

"جناب! یہ بکرا سب بکروں سے زیادہ خاص ہے۔اس کی پرورش بہت اچھے سے کی گئی ہے۔" (کِنٹو نے چینو کے مالک کے طور پر چینو کو سہلاتے ہوئے بتایا۔)

"ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ وہ تو اس کے قد کاٹھ سے نظر آرہا ہے۔تم مجھے بتاؤ اس کا کیا لو گے؟" (عبداللہ کے ابا نے پھر سے سوال کیا۔)

"جناب اس کی قیمت صرف 1 لاکھ روپے ہے۔" چینو کے مالک نے جواب دیا تو چینو دانت نکالتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

" 1 لاکھ یہ بکرا ہے یا اونٹ؟ ارے بھائی! ایک لاکھ تو بہت زیادہ ہیں۔" عبداللہ کے ابا نے پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"جناب جتنی مہنگائی ہوگئی ہے اب وہ دن دور نہیں جب اونٹ کروڑوں میں ملا کریں گے اور جہاں تک بات میرے چینو کی ہے، میں نے اسے گھی، مکھن، بادام اور پستے کھلائیں ہیں۔" چینو کے مالک نے چینو کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

"جھوٹا کہیں کا۔ وہ تو بھلا ہو فاسٹ فوڈ والوں کا، جو میری حالت زار دیکھ کر رات کا بچا کھچا کھانا مجھے دے دیا کرتے تھے۔ جس میں سے میں سلاد وغیرہ کھالیا کرتا تھا۔ ورنہ تو تم جیسا کنجوس مجھے بھوکا پیاسا مار دیتا۔" چینو نے کہا۔ جس پر تمام شرکاءِ محفل ہنسنے لگے۔

چنٹو (یعنی کہ عبداللہ) ان سب باتوں سے بے نیاز چینو سے کھیل رہا تھا کیونکہ اسے تو اپنے دوست داؤد کے بکرے سے بڑا بکرا چاہیے تھا۔ وہ اسے مل گیا تھا۔ باقی رہی قیمت کی بحث تو وہ اس کا مسئلہ نہیں تھا۔ وہ تو ابا جانیں اور بکرے کا مالک۔

"یہ سب باتیں چھوڑو لینے دینے والی بات کرو!" عبداللہ کے ابا نے چینو کے مالک سے کہا۔

"جناب! میں نے ایک روپیہ کم نہیں کرنا ہے۔آپ کو پتا ہے مہنگائی کتنی زیادہ ہوگئی ہے اوپر سے منڈی میں گاہک بھی کم۔ پٹرول کی قیمت آسمان کو چھو رہی ہے۔ بکرے کو یہاں لانے میں آپ کو پتا مجھے کتنی مشکل پیش آئی اور تو اور منڈی مالکان نے جگہ کا کرایہ بھی بڑھا دیا ہے۔آپ کو لینا ہے تو اسی قیمت پر ملے گا ورنہ آپ کی مرضی۔" (چینو کے مالک نے اب مہنگائی کو رونا بھی رو دیا۔)

"رہنے دو بھائی! ہم دوسرے بکرے دیکھ لیتے ہیں۔" عبداللہ کے ابا یہ کہتے ہوئے عبداللہ کو لینے کے لیے آگے بڑھے۔

"آپ کی مرضی جناب!" یہ سن کر عبداللہ وہی رونے لگ گیا۔ وہ یہی بکرا گھر لے کر جائے۔ ورنہ وہ یہاں سے ایک بھی قدم نہیں ہلے گا۔ عبداللہ نے رو رو کر پوری مویشی منڈی اپنے سر پر اٹھالی تھی۔ عبداللہ کے ابا نے اس کا رونا دھونا دیکھ کر اس کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور چینو کے مالک کو پیسے دے کر عبداللہ کو چینو کی رسی پکڑائی۔

عبداللہ اور چینو خوشی سے پھولے نہیں سمارہے تھے۔ کیوں کہ عبداللہ کو اپنے دوست داؤد کے بکرے سے بڑا بکرا مل گیا تھا اور چند دن کے لئے ہی سہی چینو کو نیا مالک

مل گیا تھا۔جو اس کی خوب خاطر تواضع کرے گا۔

چینو، کنٹو، منٹو اور چنٹو نے سب کا شکریہ ادا کیا اور اسٹیج سے نیچے اتر گئے۔اس کے ساتھ ہی ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

ڈوڈو نے پھر سے مائیک سنبھالا اور ساتھ ہی شیرو بیل کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی۔

گوشت بنانا ہے قصاب کا کام
آپ سب کو شیرو بیل کا سلام

شیرو نے آتے ہی اپنی شاعری سے محفل لوٹ لی۔

ڈبے میں ڈبہ، ڈبے میں کیک
قربانی کے جانور لاکھوں میں ایک

سب واہ واہ کرتے تالیاں بجانے لگے۔

عید کو رہ گئے ہیں چار دن
صبح دوپہر شام پکے گا گوشت
بیچاری سبزیاں پڑی رہیں گی
یوں ہی اب فریز رمیں بے شمار دن

ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا۔شیرو بیل نے سب کا شکریہ ادا کیا اور اسٹیج سے نیچے آگیا۔ساتھ ہی ڈوڈو دنبے نے پھر سے مائیک سنبھال لیا۔

”آپ سب کی ہنسی بتا رہی ہے آپ شیرو کی مزے دار شاعری سے خوب لطف اندوز ہوئے ہیں۔اب میں لمبو اونٹ کو اسٹیج پر آنے کو دعوت دیتا ہوں، تاکہ جاتے جاتے آپ سب سے چند باتیں ہو جائیں۔“

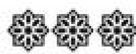
ڈوڈو دنبے نے مائیک لمبو اونٹ کے حوالے کیا۔

”تمام احباب کا شکریہ جو اس تقریب کا حصہ بنے۔میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔بس یہی کہوں گا جیسے جیسے عید الاضحیٰ قریب آرہی ہے میرا دل باغ باغ ہو رہا ہے کہ ہم ایک عظیم الشان مقصد کی خاطر قربان ہوں گے۔ہمیں اللہ پاک کی طرف سے یہ شرف حاصل ہے کہ سنت ابراہیمی کی تکمیل ہم سے ہوتی ہے۔اس کے لیے ہم جتنا بھی شکر گزار ہوں کم ہے۔میں نے اور میرے ساتھیوں نے اس تقریب کا انعقاد اسی لئے کیا ہے کہ آپ سب کو خراج تحسین پیش کر سکوں۔

قربانی کے عظیم دن چھری دیکھ کر آپے سے باہر مت ہو جانا۔پچھلے سال بہت سے حادثات ہوئے کچھ انسانوں کی غفلت سے اور کچھ ہمارے رویے کی وجہ سے۔اس لیے آپ سب نے صبر اور استقامت سے کام لینا ہے۔اللہ آپ سب کی قربانی قبول فرمائے۔

میرے ساتھیوں نے آپ سب کے شایانِ شان دوسرے ہال میں کھانے کا انتظام کیا ہے۔ایک بار پھر سے تمام احباب کا مشکور رہوں۔“

لمبو یہ کہتے ہوئے اسٹیج سے اتر گیا۔تمام جانور کھانے کھا کر اپنے گھروں کو ہو لیے اور رات کو ہی تمام تیاری مکمل کر لی تاکہ صبح مویشی منڈی کا رخ کر سکیں۔یوں ایک شاندار تقریب کا اختتام ہوا۔



مُکتَسَب

یہ ابو جہل کا اونٹ تھا جو غزوۂ بدر میں آپ ﷺ کو بطورِ غنیمت ملا۔آپ اس پر جہاد کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔اس کے علاوہ آپ ﷺ میدانِ عَرفات میں سُرخ اونٹ پر جلوہ افروز ہوئے۔

محمد عروہ بن زبیر

یہ بکرا کس کا ہے؟

مدیحہ صدیقی

"میں میں میں"

بکرا اس زور سے شور مچا رہا تھا کہ آخری کمرے میں سوئے احمد کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اٹھ کر صحن کی جانب دوڑ لگا دی اور جب اسے صحن میں بکرا کھڑا نظر آیا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"اماں اماں" کہتا وہ باورچی خانے کی طرف بھاگا، مگر اماں اسے



باورچی خانے تو کیا پورے گھر میں نہ ملیں۔

"منے اٹھو!، منے دیکھو! یہ بکرا" اس نے بستر پر سوئے چھوٹے بھائی کو جھنجھوڑا مگر منا تو لگتا تھا سچ مچ گھوڑے گدھے بیچ کر سویا ہے اس نے تو آنکھیں بھی نہ کھولیں۔

"آپی، بھیا سب ہی کے کمروں میں احمد نے بکرا بکرا کی صدا لگائی مگر اسے اندازہ ہوا کہ وہ تو کب کے کالج جا چکے ہیں، گھڑی دس جو بجا رہی تھی۔ احمد سائیکل کے پہیے کی طرح چکر لگا کر واپس صحن میں پہنچ چکا تھا اور بکرا ابھی تک معمہ ہی تھا۔ بھئی بکرا خود تو بتانے سے رہا تھا اور گھر پر اسے کوئی مل ہی نہ رہا تھا کہ یہ بکرا کون ہے کہاں سے آیا ہے؟

احمد حیران و پریشان بکرے کی رسی پکڑا کھڑا سوچ رہا تھا کہ کل رات جب وہ سویا تو نہ بکرا تھا نہ بکرے کا کوئی ذکر، نہ منڈی جانے کی دھوم، نہ بکرے کی قیمتوں کا حساب، کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ احمد نے آہستہ سے خود کو چٹکی کاٹی زور سے تو بڑا درد ہوا۔ تاہم ابھی وہ ان ہی خیالوں میں تھا کہ اس کی نظر



گیٹ پر پڑی، غور سے دیکھنے پر پتہ چلا۔ ارے گیٹ تو کھلا ہوا ہے، لیکن یہ تو اوپر سے کنڈے سے کسی نے تھوڑا بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ احمد نے گیٹ تھوڑا ہلایا جلایا تو پتہ چلا یہ مکمل بند نہیں مگر مکمل کھلا بھی نہیں ہے۔

''ہوسکتا ہے اس تھوڑے کھلے گیٹ سے کسی کا بکرا اندر گھس کر آگیا ہو۔ ہاں بھئی کسی کا بکرا آگیا ہے، یہ تو کتنی بری بات ہے، کوئی دیکھے گا تو سوچے گا اور جس کا بکرا ہو گا وہ بھی کتنا پریشان ہو گا'' احمد نے خود سے بات کرتے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے بکرے کی رسی پکڑی اور اس کے مالک کو ڈھونڈنے نکل کھڑا ہوا۔ ابھی وہ گلی میں نکلا ہی تھا کہ آہستہ آہستہ اس کے گرد بچے جمع ہونا شروع ہو گئے۔

''ارے احمد کا بکرا، احمد کا بکرا آگیا''

''یار! کتنا خوبصورت ہے''

''کتنے کا لیا؟'' بچوں کے سوالات اور شور بڑھتا ہی جارہا تھا۔ اس بڑھتے شور کی وجہ سے گھروں میں جو بچے تھے، وہ بھی گرتے پڑتے الٹی سیدھی چپل پہنے احمد کے اردگرد جمع ہو گئے۔

''بھئی یہ میرا بکرا نہیں ہے'' احمد نے گلا پھاڑ کر کہا۔

''کیا؟؟!!!'' بہت ساری آوازیں آئیں۔

''مجھے نہیں پتہ یہ گھر میں گھس آیا تھا، میں اس کے مالک کو ڈھونڈ رہا ہوں۔'' احمد نے وضاحت کی۔

''لو جی محلے میں پہلا بکرا آیا اور وہ بھی نا معلوم''

تھوڑی ہی دیر میں بکرے نے ''میں میں میں'' کا زبردست شور مچا دیا۔ جس سے سب بچوں میں کھلبلی مچ گئی۔

''بھئی سب مل کر جلدی سے معلوم کرو یہ بکرا کس کا ہے، اس سے پہلے کہ بکرا اور چیخ و پکار کرے'' بچوں کی مشترکہ پریشانی بکرے نے بھی بھانپ لی اور اپنی ''میں میں میں'' میں اضافہ کر دیا۔

''اچھا ایک کام کرتے ہیں، بڑے بڑے صفحوں پر کالے مارکر سے لکھ دیتے ہیں ''یہ بکرا کس کا ہے؟'' اور جگہ جگہ لگا دیں گے۔ شاید اس کا مالک پڑھ لے۔ خالد نے اتنا شاندار مشورہ دیا۔ سب نے ہاں میں ہاں ملائی۔

''چلو خالد! اب تم یہ صفحے اور مارکر بھی لے آؤ!'' ندیم نے خالد ہی کو اس کام پر بھی لگا دیا اور خالد بکرے کی ہمدردی میں چل پڑا اور تھوڑی ہی دیر میں گھر سے صفحے اور مارکر لے آیا۔

صفحوں پر ''یہ بکرا کس کا ہے؟'' بڑا بڑا لکھا گیا اور نیچے بکرے کا رنگ اور نشانیاں لکھ کر پوسٹر کی صورت میں جگہ جگہ لگا دیا گیا اور جگہ ''روشنی جنرل اسٹور'' کے سامنے لکھ دی۔

آدھے گھنٹے کے اندر اندر محلے کے تمام بچے روشنی جنرل اسٹور کے سامنے جمع ہو چکے تھے مگر نہ بکرے کے مالک کو آنا تھا نہ وہ آیا۔ آخر ایک گھنٹے بعد جب جنرل اسٹور کے مالک کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو اس نے سارے بچوں کو بھگا دیا۔ بچے بھی تھک چکے تھے اور بکرا بھی بھوک پیاس سے بلبلا رہا تھا اس پریشانی میں کسی نے بکرے سے پانی تک کا نہ پوچھا۔ آخر تنگ آکر بچوں نے اپنے گھر کی راہ لی، بھوک پیاس تو انہیں بھی لگی تھی۔ اب تو احمد کی پریشانی اور بڑھ گئی۔

”بھئی احمد! یہ تمہارے گھر آیا تھا، تم ہی اسے سنبھالو! شام میں پھر لے آنا یہاں“ خالد نے ہاتھ لہراتے ہوئے کہا اور اس سے پہلے کہ احمد اسے کچھ کہتا، خالد جا چکا تھا، اب احمد اور بکرا اکیلے رہ گئے، دونوں ہی پسینہ پسینہ تھے۔

مایوس احمد سر جھکائے جب بکرے کی رسی تھامے گھر پہنچا تو گھر کا دروازہ بند تھا۔ جیسے اس کے جانے کے بعد کسی نے بند کیا ہو، کھٹکھٹانے پر امی نے کھولا اور اسے دیکھتے ہی مسکرائیں۔

”بھئی ایسی بھی کیا جلدی تھی احمد! پہلے بکرے کو کچھ کھلا پلا ہی لیتے پھر گھومنے نکلتے“ احمد نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے امی کو دیکھا پر امی اپنی دھن میں بولے ہی چلی جا رہی تھیں.

”بھئی احمد! کیسا لگا ابو کا سرپرائز؟ تمہارے ابو نے جانے سے پہلے فجر کے بعد تمہارے لیے بکرا لا کر کھڑا کر دیا کہ بھئی میں اپنے بیٹے کو سرپرائز دوں گا“ امی نے بکرے کے سامنے چارہ اور پانی رکھتے ہوئے کہا۔

احمد کو تو جیسے کرنٹ ہی لگا اس نے جھٹکے سے امی کو دیکھا۔

”اماں یہ ہمارا بکرا ہے“ اور امی نے اسے یوں دیکھا جیسے گرمی سے دماغ ہی نہ خراب ہو گیا ہو۔

”آپ نے بتایا کیوں نہیں“ احمد بے ہوش ہونے کے قریب تھا۔

”بھئی! میں پڑوسن میں خالہ شکیلہ کو اپنے بکرے کی خوشخبری سنانے گئی تھی جب واپس آئی ہوں تو نہ تم تھے نہ بکرا“ امی بے نیازی سے اسے جواب دیتی باورچی خانے میں چلی گئی۔

اب تو گویا احمد کے سامنے گتھی سلجھنے لگی اور بکرے کو دیکھتے ہوئے ساری اجنبیت اڑن چھو ہوگئی اور محبت ہی محبت نچھاور ہونے لگی۔

”تو یہ میرا اپنا، بالکل ذاتی بکرا ہے“

احمد کے جسم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی لیکن بالکل اگلے ہی لمحے ”یہ بکرا کس کا ہے؟“ کا منظر یاد آ گیا اور وہ اس کے جواب سوچنے لگا۔

زبان کس کے پاس نہیں ہوتی؟

جواب کون نہیں دے سکتا؟

دھوکہ، فریب، تلخیاں! اذیتیں، تکلیفیں، آنسو، سکیاں، آہیں

الزامات کون نہیں لگا سکتا؟

اگر کسی کے ساتھ کوئی ایسا کرتا ہے... بدلے میں سب ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر آپ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اگر آپ صبر کریں کسی کی برائیوں کا جواب چپ رہ کر دیں۔ آنسوؤں بھری آنکھوں کو اپنے رب کی طرف اٹھا کر سب اپنے رب کے حوالے کر دیں۔

تو یقین مانے آج وقت کسی کا بھی ہو کل آپ کا ہو گا۔

کیوں کے وہ فیصلہ رب کا ہو گا۔ دکھ میں مسکرانا مہارت ہے۔ لوگوں کی بجائے دکھ اپنے ربّ کے آگے رکھے سکون ملے گا ان شاء اللہ عزوجل۔ اس طرح رب بھی راضی اور آپ بھی پرسکون۔ رب پہ بھروسہ رکھنا لازمی ہے۔ وقت سے بڑا کوئی استاد نہیں۔ صبر میں ہی فلاح ہے۔

عائشہ بنت جواد

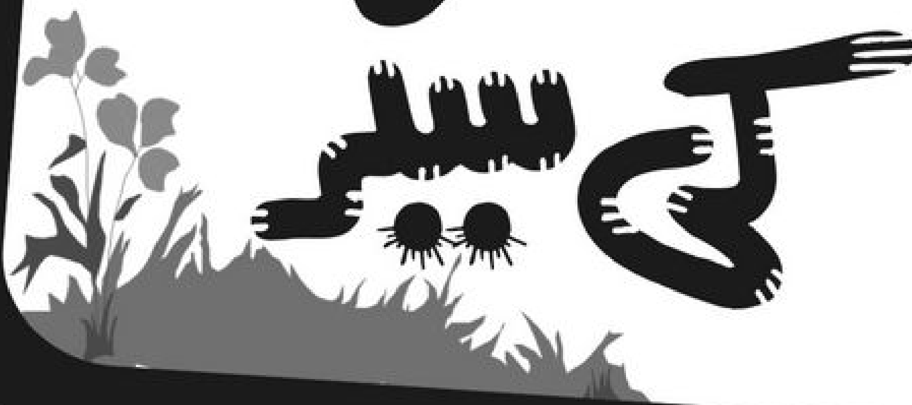
وہ دونوں خوب صورت پروں والی چھوٹی چھوٹی تتلیاں تھیں۔ ان کے نام گلابو اور نیلو تھے۔ وہ صبح سے ایک اہم کام سرانجام دینے کے لیے اپنی ریاست ''گلستان'' سے نکلی ہوئی تھیں۔ اب شام ہو چکی تھی اور دونوں سہیلیاں بھی اڑتے اڑتے تھک چکی تھیں۔ اب انہیں کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں وہ پناہ لے کر رات گزار سکیں۔ اچانک ان میں سے ایک بولی:

''گلابو! وہ دیکھو وہ رہا ایک غار!'' نیلو تتلی نے کہا۔

''ہاں، ادھر ہی چلتے ہیں، امید ہے ہمیں وہاں پناہ مل جائے گی۔'' گلابو تتلی نے پرامید لہجے میں کہا۔

اب وہ دونوں غار کی طرف محو پرواز تھیں۔ جلد ہی وہ غار کے ایک گوشے میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

''کیا خیال ہے تمہارا، کیا ہمیں تریاق بوٹی مل پائے



گی؟'' نیلو نے کہا۔

''آج تو سارا دن خواری کے باوجود نہیں ملی، دیکھو کل کیا بنتا ہے؟'' گلابو نے اکتاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''اوہو، کیا تم ابھی سے تھک گئی ہو؟'' نیلو نے مونہہ بنایا۔

''تو اور کیا، سارا دن فضول میں پھرنا ہوتا ہے۔'' گلابو نے بے زاری سے کہا۔

''نہیں نہیں، ایسے تو نہ کہو، یہ ہماری ملکہ کی زندگی کا معاملہ ہے، پتہ نہیں اب ان کا کیا حال ہوگا؟'' نیلو فکرمندی سے بولی۔

''ہاں یہ تو ہے، واقعی ملکہ کی حالت بہت نازک ہے اور ڈاکٹر تتلیوں کے مطابق اگر ہمیں تریاق جڑی بوٹی نہ ملی تو پرسوں تک ملکہ کی موت واقع ہو جائے گی۔'' گلابو نے افسردہ لہجے میں کہا۔

''اللہ نہ کرے ایسا ہو، ہم ان شاء اللہ کامیاب ہوں گی اور ہماری ملکہ بھی صحت یاب۔''

نیلو کے الفاظ درمیان میں رہ گئے، عین اسی وقت ''بھاں بھاں بھاں'' کی زوردار آوازیں ان کی سماعت سے ٹکرائیں اور ان آوازوں کے ساتھ ہی ان پہ حملہ ہو گیا۔ حملہ آور شہد کی مکھیاں تھیں۔ یہ غار انہی کی ملکیت تھا اور گلابو، نیلو اس بات سے لاعلم تھیں۔ شہد کی مکھیاں بہت پھرتیلی تھیں، انہوں نے کی آن کی آن میں دونوں تتلیوں کو گھیر کر ان پہ بندوقیں تان لی تھیں:

''ہاتھ اوپر!'' ان دونوں کو ایک کرخت آواز سنائی دی۔

''تت... تم کک... کون ہو؟'' نیلو نے کپکپاتی آواز میں پوچھا۔

''ہاہاہاہاہاہاہا، ہم کون ہیں؟ پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو اور ہمارے دیس میں کیا کر رہی ہو؟'' وہی آواز سنائی دی۔ اب کی بار آواز قریب سے سنائی دی تھی۔

نیلو اور گلابو نے دیکھا ان کے سامنے شاندار وردی میں ملبوس شہد کی موٹی تازی مکھی اڑ رہی تھی۔ اس کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

''تو یہ آپ کا دیس ہے؟'' گلابو نے اس غار کو دیکھ کر کہا۔

''بالکل، تم درست سمجھیں، ہم اس دیس کی کمانڈو مکھیاں ہیں، پکڑ لو انھیں، کل ملکہ ان سے پوچھ گچھ کرے گی۔'' اس کمانڈو مکھی نے کہا تو ان کے گرد موجود شہد کی مکھیاں حرکت میں آگئیں اور پھر وہ ان کے گھیرے میں محصور غار کے اندرونی حصے کی طرف اڑنے لگیں۔

جلد ہی وہ شہد کی مکھیوں کے دیس میں داخل ہو چکی تھیں۔ یہ ایک بہت بڑا چھتہ تھا۔ کم از کم ان دونوں نے اس سے پہلے اتنا بڑا چھتہ نہیں دیکھا تھا۔ یہاں پہنچ کر ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ یہ ان کے لیے نیا اور انوکھا دیس تھا۔

چاروں طرف شہد کی مکھیاں موجود تھیں۔ ان کی وردیاں مختلف رنگوں کی تھیں۔ وہ سب اپنے اپنے کاموں میں لگی ہوئی تھیں۔ ان کا نظم وضبط مثالی تھا۔ چھتے کے کچھ حصوں میں کئی رنگوں کا شہد بن رہا تھا اور چھتوں میں محفوظ ہو رہا تھا جب کہ کچھ حصے رہائش کے لیے مخصوص تھے۔ کچھ مکھیاں چھتے بھی تعمیر کر رہی تھیں۔ یہ چھ کونوں والے مسدس

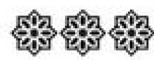
چھتے تھے۔ یہاں کارکن، کمانڈوز، صفائی کرنے والی اور ملکہ کی خصوصی کنیز مکھیاں سبھی موجود تھیں۔

’’اس طرف چلو!‘‘ ایک کمانڈو مکھی نے انھیں ایک طرف راستہ دکھاتے ہوئے کہا۔

وہ بے بسی سے اس طرف اڑنے لگیں۔ انھیں بہت تشویش ہو رہی تھی کہ اب ان کا کیا بنے گا۔ وہ تو چلی تھیں تریاق بوٹی تلاش کرنے لیکن یہاں ایک نئی مصیبت میں پھنس چکی تھیں۔ کمانڈو مکھیاں انھیں ایک ایک طرف لے گئیں جہاں نیچے بہت سارا اسلحہ بھی موجود تھا، گلابو اور نیلو حیران تھیں کہ یہ سب کیا ہے۔ وہ فضا میں اڑتے ہوئے یہاں تک پہنچی تھیں۔

’’نیچے اترو!‘‘ کمانڈوز نے انھیں حکم دیا۔ اور وہ خاموشی سے نیچے اتر گئیں۔

اگلے ہی لمحے کمانڈوز نے اپنی گنیں سیدھی کیں اور ان کی ٹانگوں کا نشانہ لے کر فائر کر دیا، وہ زور سے چیخیں لیکن تب تک دیر ہو چکی تھی، شہد کی دھاریں ان کی ٹانگوں پہ پڑی تھیں۔ اب وہ اس چپچپے سے شہد میں اپنی ٹانگیں پھنسا کر بے بس ہو چکی تھیں۔ انہوں نے حرکت کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود رہا، کیوں کہ شہد نے ان کی کمزور ٹانگوں کو جامد کر دیا تھا۔ اب وہ بے بس تھیں۔ یہ دیکھ کر کمانڈوز مکھیاں مسکرا اٹھیں اور واپس چلی گئیں۔



’’تم میرے دیس میں کیا کر رہی ہو؟ کیا تم جاسوس ہو؟‘‘ ملکہ مکھی انہیں غصے سے گھور رہی تھی۔

’’ن... نہیں ملکہ عالیہ! ہم تو مسافر ہیں۔‘‘ نیلو نے نہایت انکساری سے جواب دیا۔

’’ہوں... مسافر!!! مگر میری سلطنت کے قریب رک کر سرگوشیاں کرنے کی وجہ؟ پوری بات بتاؤ!‘‘ ملکہ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

’’ملکہ عالیہ!! میں آپ کو پوری بات بتاتی ہوں۔ ہم دونوں کا تعلق تتلیوں کے دیس ’’گلستاں‘‘ سے ہے۔ ہماری ملکہ کو ایک روز ناشتے میں جو ’’رس‘‘ پیش کیا گیا، وہ کسی زہریلے پھول کا تھا۔ وہ رس پیتے ہی ان کی حالت غیر ہوگئی۔ ہماری ڈاکٹر تتلیوں نے ملکہ کا معائنہ کیا اور علاج کرنے لگیں لیکن ان کی حالت بہتر نہ ہوسکی۔

تب ڈاکٹر تتلیوں نے یہ تشخیص کیا کہ ملکہ کا علاج ایک خاص قسم کی بوٹی میں ہے۔ اگر ملکہ کو اس خاص تریاق بوٹی کا رس نہ پلایا گیا تو وہ مرجائیں گی چنانچہ، ہم سب تتلیاں مختلف علاقوں میں پھیل گئیں اور اس بوٹی کو تلاش کرنے لگیں، ہم دونوں سہیلیاں اس طرف آنکلیں اور بوٹی تلاش کرنے لگیں، اب چونکہ شام ہو چکی تھی اس لیے ہم نے اس غار میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا۔ اب ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ غار آپ کی سلطنت میں شامل ہے ورنہ ہم یہاں پناہ نہ لیتیں۔‘‘

گلابو تتلی نے جلدی جلدی بولتے ہوئے ساری تفصیل سے آگاہ کیا۔

’’تمہارے لہجے سے لگ رہا ہے کہ تم سچ بول رہی ہو۔‘‘ مکھی ملکہ نے انھیں غور سے دیکھا۔

’’بالکل ملکہ عالیہ!! ہم نے زندگی بھر میں کبھی جھوٹ

بولا ہی نہیں ہے، کیوں کہ جھوٹ بولنا تو سخت گناہ کا کام ہے۔'' گلابو نے جواب دیا۔

''شاباش! تمھاری بات سن کر اچھا لگا۔اب میری کارکن مکھیاں تمھیں اس تریاق بوٹی تک لے جائیں گی۔'' ملکہ نے کہا تو وہ دونوں اچھل پڑیں۔

''اوہ! تو کیا آپ اس بوٹی سے واقف ہیں؟'' نیلو نے حیرت سے کہا۔

''جی ہاں! ہم شہد کی مکھیاں تمام پھولوں اور بوٹیوں سے واقف ہوتی ہیں۔''ملکہ مسکرائی۔

''اوہ! آپ کس قدر رحم دل ہیں کہ آپ ہماری مدد کر رہی ہیں۔''نیلو نے ان کی تعریف کی۔

''ایسی بات نہیں ،ہمارا کام سب کی خدمت کرنا ہے اور ہمیں اس پہ فخر ہے۔ہم آپ کی ملکہ کے لیے 'شِفا'' بھی دیں گی۔''ملکہ نرم لہجے میں بولی۔

ملکہ عالیہ ہم سمجھی نہیں ہیں کہ یہ 'شِفا'' کیا ہے؟ براہ کرم سمجھا دیں۔'' گلابو نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے تو سنو! ہم شہد کی مکھیاں 'شہد' بناتی ہیں۔ یہ شہد ہر قسم کی بیماری کے لیے شِفا ہے،اس لیے ہم اسے شِفا کے نام سے یاد کرتی ہیں۔ہمیں شہد بنانے کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک مکمل سورت کا نام ہی ہمارے نام پہ ''نحل'' رکھا ہے۔نحل کا معنی شہد کی مکھی ہے۔ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شہد کو شفا قرار دیا ہے اور یہ شہد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بے حد پسند تھا۔''

ملکہ مکھی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عقیدت و احترام سے لیتے ہوئے بتایا۔

''جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی ،وہ یقیناً اعلیٰ ہوگی۔ہم یہ شہد اپنی ملکہ کے لیے بھی لے جائیں گی۔''نیلو نے بھی عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔

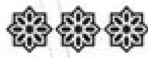
''جی ہاں بالکل،خوشی سے۔''ملکہ مسکرا کر بولی۔

اس کے بعد انہوں نے کارکن مکھیوں کی مدد سے تریاق بوٹی تلاش کی اور اسے لے کر واپس روانہ ہوگئیں۔ ان کے ساتھ پیچھے شہد کی مکھیاں بھی تھیں جو شہد لیے ساتھ ساتھ اڑ رہی تھیں۔

گلابو اور نیلو بہت خوش تھیں کیونکہ وہ ملکہ کو بچانے میں کامیاب ہوگئی تھیں۔وہ تیزی سے اڑتی ہوئی اپنی ریاست کے قریب ہوتی جا رہی تھیں جہاں بہت ساری خوشیاں ان کی منتظر تھیں۔

آخر انھوں نے اپنی سہیلیوں کو اس انوکھے دیس کی کہانی بھی تو سنانی تھی!!!

❁❁❁



یہ گھوڑی آپ ﷺ نے ایک اعرابی سے خریدی تھی۔اس گھوڑی پر آپ ﷺ نے دوڑ میں مقابلہ کیا اور یہ دوڑ میں آگے نکل گئی جس پر آپ ﷺ بہت مسرور ہوئے۔





میرا بکرا

نایاب ربنواز



حبیب کو بقرعید پر قربانی کرنے کا بہت شوق تھا، ہر بقرعید پر وہ دوسروں کے گھروں میں آئے ہوئے بکروں کو دیکھتا تو اسکا بھی دل چاہتا کہ اس کے ابو حید رصاحب بھی ایک پیارا سا سفید اور سیاہ دھبوں والا بکرا لائیں، جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چارا کھلائے، اس کے سر پر ہاتھ پھیرے، بقرعید کے قریب آتے ہی وہ بڑی آس لگا کر ابو سے پوچھتا کہ کیا وہ اس بار قربانی کریں گے؟ ابو اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر افسردگی سے کہتے۔

''نہیں بیٹا! میرے پاس اتنے پیسے نہیں کہ میں قربانی کرسکوں'' وہ اداس ہو جاتا تب اس کے ابو اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر اس سے وعدہ کرتے کہ اگلے سال وہ قربانی ضرور کریں گے، مگر ان کا یہ وعدہ کبھی بھی پورا نہ ہوسکا۔

اس سال بھی جب بقرعید میں دس دن باقی تھے اور عید کا چاند نظر آچکا تھا تو حبیب، ابو کے پاس گیا اور پوچھنے لگا کہ کیا ہمارے ہاں بکرا آئے گا؟

''اس سال بھی بکرا نہیں آئے گا، کیونکہ اول تو بکروں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں، دوسرے تمہارے ابو کی دکان بھی اچھی نہیں چل رہی ہے'' امی بولیں۔

اس کے ابو کریانے کی دکان چلاتے تھے اور یہ تو اسے بھی پتا تھا کہ کچھ مہینوں سے دکان اچھی نہیں چل رہی ہے، مگر پھر بھی اسے امید تھی کہ شاید اس بار بکرا آجائے۔

امی کی بات سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے، ابو

اس کی رنجیدہ صورت دیکھ کر پوچھنے لگے کہ اچھا بتاؤ کہ تم بکرا کیوں لینا چاہتے ہو؟ کیا اس لیے کہ محلے کے باقی بچوں کے گھروں میں بکرے آئے ہیں اور وہ سب اپنے اپنے بکروں کی تعریفیں کرتے ہیں، انہیں سیر کراتے ہیں، جبکہ تم ایسا نہیں کر پا رہے ہو؟

''نہیں ابو! میں تو بکرا اس لیے لینا چاہتا ہوں کہ قربانی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اجر دیتا ہے اور قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھتا ہے'' حبیب یہ سنتے ہی تیزی سے بولا۔ حبیب کا یہ جذبہ دیکھ کر اس کے ابو سوچ میں پڑ گئے۔

پھر انہوں نے جا کر عید کے کپڑوں اور کھانے پینے کی چیزوں کے لئے بچائے ہوئے پیسے گنے اور ایک فیصلہ کرلیا۔

دوسرے روز ناشتے پر حبیب کے ابو نے یہ اعلان کیا کہ وہ اس سال قربانی کریں گے، حبیب اور اس کے چھوٹے بھائی بہن یہ سن کر خوش سے اچھلنے اور تالیاں بجانے لگے۔

''مگر ایک شرط ہے۔'' ابو نے یہ کہا تو سب خاموش ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔

''شرط یہ ہے کہ تم لوگ مجھ سے نئے کپڑوں اور جوتوں کا تقاضا نہیں کرو گے اور عید الفطر پر بنوائے گئے کپڑے ہی پہنو گے، ورنہ بکرا نہیں آسکے گا''

''ہمیں منظور ہے'' سب بچے یک زبان ہو کر بولے۔

یوں دن گزرنے لگے اور قربانی سے ایک دن پہلے مغرب کی نماز کے بعد حبیب کے ابو حیدر صاحب بکرا خریدنے منڈی گئے تو حبیب بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ ویسے بھی بکرا لینے کی خوشی سب سے زیادہ اسے ہی تھی، اسکا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا اور تصور میں ایک خوب صورت سا موٹا تازہ بکرا بار بار آرہا تھا۔ اسے یہ سوچ کر بڑی خوشی ہو رہی تھی کہ وہ بھی قربانی کریں گے، بکرا منڈی میں بکرے ہی بکرے تھے، کیوں کہ کل قربانی کا دن تھا، لہٰذا خریدنے والوں کا رش بھی بے پناہ تھا۔ حبیب تو بکرے دیکھنے میں اتنا مگن ہو گیا کہ اسے آس پاس کا ہوش ہی نہ رہا۔ کچھ بکرے تو چارپائیوں پر آرام فرما رہے تھے، بکروں کے علاوہ گائیں اور قربانی کے دوسرے جانور بھی تھے۔

غرض کہ بکرا منڈی میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی، حیدر صاحب حبیب کا ہاتھ پکڑ کر ایک بکرے والے کے پاس گئے اور ایک کتھئی رنگ کے درمیانے درجے کے بکرے کو پسند کرلیا اور بکرے والے سے بکرے کی قیمت پوچھی۔

بکرے والے نے کہا: ''تیس ہزار''

''کیا؟ تیس ہزار؟ تم بکرا بیچ رہے ہو یا گائے کی قیمت بتا رہے ہو؟'' حیدر صاحب کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

''ارے صاحب! یہ کوئی عام بکرا نہیں، بڑا ہی خاص بکرا ہے، اس پوری منڈی میں آپ کو ایسا بکرا نہیں ملے گا، بیس، بائیس کلو سے کم گوشت نکلے گا ہی نہیں'' بکرے والے نے اپنے بکرے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔

حیدر صاحب کے بار بار کہنے پر بھی وہ قیمت کم کرنے

پر راضی نہ ہوا، مجبوراً حیدر صاحب حبیب کا ہاتھ پکڑ کر کسی اور بکرے کی تلاش کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد ہی انہیں ایک اور بکرا پسند آگیا، مگر قیمت سن کر ان کے ہوش اڑ گئے۔

''پچاس ہزار''

حیدر صاحب نے جب ان سے قیمت کم کرنے کو کہا تو بکرے والے نے کہا:

''ارے صاحب! آپ کی شکل دیکھ کر میں نے قیمت کم کر دی تھی، ورنہ یہ جو میرا شہزادہ ہے، اس کے ایک صاحب 35 ہزار تک دینے کو راضی تھے، مگر ان کے پاس دو اور بکرے بھی تھے، اور میرا یہ شہزادہ بھیڑ بھاڑ سے گھبراتا ہے، وہ بڑے پیار سے بکرے کی مالش کرتے ہوئے بولا، حبیب حیرت سے چارپائیوں پر لیٹے چارہ کھاتے بکروں کو دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ نہ جانے ان کی قیمت کیا ہوگی؟

اس کے بعد حیدر صاحب نے کئی بکرے دیکھ ڈالے، مگر سب ان کی پہنچ سے باہر تھے۔ تھک ہار کر انہوں نے حبیب کا ہاتھ پکڑا اور بکرا منڈی سے نکل آئے، راستے بھر وہ یہی سوچتے رہے کہ چلو اس بار بکرا نہ سہی تو گائے میں ہی حصہ لے لیں گے۔ وہ اپنے گلی میں پہنچے تو گھر سے کچھ ہی دور انہیں ایک بکرے والا چند بکرے ہانک کر لے جاتے ہوئے نظر آیا۔ حیدر صاحب اس بکرے والے کے پاس گئے اور قدرے مریل بکرے کی قیمت پوچھی، بکرے والے نے پہلے تو بیس ہزار بتائے، پھر کچھ بحث کے بعد وہ بکرا پندرہ ہزار روپے میں دینے پر راضی ہوگیا۔

بکرا گھرے کتھئی اور سیاہ رنگ کا اور لاغر سا تھا، اس لیے حبیب میاں کو زیادہ پسند تو نہ آیا، مگر انہوں نے یہ سوچ کہ کل تک وہ اسے کھلا کھلا کر خوب موٹا تازہ کر دیں گے اور یہ کیا کم خوشی کی بات ہے کہ یہ اب ان ہی کا بکرا تھا۔ حبیب ابو کے ساتھ بکرے کی رسی تھامے اسے گھر کی طرف لے جا رہا تھا مگر بکرا ایک قدم چلنے کو تیار نہ تھا، پورا زور لگانے کے بعد وہ چلنے پر راضی ہوا۔ اب یوں لگ رہا تھا، کہ جیسے بکرا حیدر صاحب کو ہانکنے لیے جا رہا ہو، زیادہ زور لگانے پر اس نے حیدر صاحب کے پیٹ پر زور سے سینگ مارے اور وہ ہائے کر کے پیٹ پکڑ کر بیٹھ گئے، موقع دیکھتے ہی بکرے نے حبیب کے ہاتھوں سے رسی چھڑائی اور کسی تیز رفتار گھوڑے کی طرح بھاگتا ہوا، گلی کے نکڑ تک پہنچا اور نظروں سے غائب ہوگیا، حبیب بھاگ کر حیدر صاحب کے پاس آیا اور انہیں سہارا دیکر کرا ٹھانے لگا۔

دوسرے روز عید تھی، حیدر صاحب پیٹ کی چوٹ کے باوجود عید کی نماز پڑھنے گئے، حبیب بھی ان کے ساتھ تھا، نماز کے بعد حبیب نے روتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے ابو کی صحت یابی کے لئے دعا کی، کیوں کہ اسی کی ضد کی وجہ سے نہ صرف ابو کو چوٹ لگی، نہ ان کے گھر بکرا آیا اور نہ عید کے کپڑے بن سکے تھے۔

گھر واپس آ کر حیدر صاحب کمرے میں جا کر لیٹ گئے، حبیب دوسرے بھائی بہنوں کے ساتھ گلی میں گھومنے پھرنے کے بجائے ابو کی طرح دوسرے کمرے

میں لیٹ گیا، وہ بہت اداس اور افسردہ ہوگیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی اس نے جا کر دروازہ کھولا تو اسے اس بکرے والے کی پریشان صورت نظر آئی جس سے کل انہوں نے بکرا لیا تھا۔ بکرے والے نے حبیب کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور ان کا کھویا ہوا بکرا آگے کرتے ہوئے بولا۔

''یہ بکرا کل آپ ہی کی گلی سے بھاگا تھا ناں؟''

اس کی آواز سن کر حیدر صاحب بہ مشکل اٹھ کر دروازے پر آئے۔ بکرے والا انہیں دیکھتے ہی بولا۔

''جناب! آپ بکرے کو قابو نہ کر سکے۔ یہ بھاگ کر واپس میرے پاس آگیا۔ میں ذرا آگے ہی گیا تھا کہ اسے آتے ہوئے دیکھ کر قابو کر لیا۔ میں نے سوچا آپ یہیں کے رہنے والے لگتے ہیں جب ہی پیدل جا رہے تھے، میں تو صبح سے ہر گھر میں پتا کرتا پھر رہا ہوں، یہ لیجیے اپنا بکرا اور اس بار ذرا اس کو قابو میں رکھیے گا''

حیدر صاحب کے پاس تو شکریہ کے الفاظ ہی نہ تھے، اس بکرے نے انہیں کتنا پریشان کیا تھا، انہوں نے تہہ دل سے بکرے والے کا شکریہ ادا کر کے اسے رخصت کیا اور جوتے پہن کر باہر کی جانب بڑھے۔ حبیب کا چھوٹا بھائی طلحہ انہیں دیکھتے ہی بولا۔

''ارے، ابو جی! آپ کہاں چلے؟ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے''

''بیٹا! میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے، میں قصائی کو لینے جا رہا ہوں، حبیب میاں کا بکرا واپس آگیا، اس کی قربانی کرنی ہے'' وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

''ابو! میرا بکرا......'' حبیب یہ سن کر حیرت سے بولا۔

''بیٹا! ہاں بکرا تمہارا ہی ہے، تمہارے سچے جذبے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی قربانی کرنے کی توفیق دی ہے'' یہ کہہ کر حیدر صاحب باہر چلے گئے اور حبیب خوشی سے اپنے بکرے کی پیٹھ سہلانے لگا۔

گھوڑا پالنے کا اجر

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جس شخص نے اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کہ وعدے کو سچا جانتے ہوئے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا تو اس کی شکم سیری اور سیرابی اس کی لید اور اس کا پیشاب روزِ قیامت اس کے میزان (نیکیوں کے پلڑے) میں ہوں گے۔'' (بخاری:2853)

بنت حسان

سیدہ ناجیہ شعیب احمد

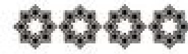
بقرہ یا بکرا

دودھیا سفید نرم ملائم ریشمی بالوں اور چمکدار جلد والا بکرا ان سب کے خوابوں سے اب حواسوں پر سوار ہوگیا تھا۔ ہر سال کی طرح وہ شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر سوچا کرتے ، اس مرتبہ عید الاضحیٰ پر ایک خوب موٹے تازے ، لحیم شحیم بکرے کی قربانی ضرور کریں گے مگر بمشکل گائے کی قربانی میں ایک حصہ ہی لے پاتے۔

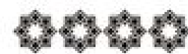
جمیل صاحب مطمئن تھے کہ چلو فرضِ قربانی تو ادا ہوا۔ اللہ قبول فرمائے۔ بے شک اللہ کو گوشت سے نہیں بلکہ بندے کی نیت مطلوب ہے۔ جمیل صاحب کی سوچ اپنے بیوی بچوں کی خواہش کے بالکل برعکس تھی، وہ کہتے کہ "بکرے میں گوشت کم ہوتا ہے جبکہ گائے میں زیادہ۔ اور قربانی کا مقصد صرف اپنی پسند اور اپنی خواہش کی تکمیل نہیں بلکہ اپنے اردگرد موجود غرباء و مساکین میں بھی عید قربان کی خوشیاں بانٹنا ہے جو کہ بکرے کے تھوڑے سے گوشت سے پوری نہیں کی جا سکتیں۔"

بیٹے نالاں رہتے اور حمیدہ شکوہ کناں۔ وہ اس بات سے قطعاً بے خبر تھے کہ جمیل صاحب اس رائے کے باوجود پھر بھی پورا سال بیوی بچوں کی خواہش کی تکمیل کے لیے رقم جوڑنے میں لگے رہتے لیکن اپنی قلیل آمدنی اور ہوش ربا مہنگائی کے باعث ہر مرتبہ منڈی سے بے نیل و مرام

ہی لوٹ آتے۔حمیدہ تو لب بھینچ کر لمبی خاموشی اختیار لیتی۔ پر ان بچوں کو کون سمجھائے جن کا دل ہر عیدِ قربان پر حسرت سے مچلتا ہی رہتا۔ان کے تینوں بیٹے زین، زبیر، زید اور ننھی بیٹی زینب سب منہ بسورے جمیل صاحب سے روٹھے روٹھے رہتے۔



حج و قربانی کے بابرکت مہینے ذی الحجہ کی آمد آمد تھی۔ صاحبِ نصاب ہونے کے باعث جمیل صاحب پر قربانی بھی واجب تھی۔گھریلو اخراجات اور اس پر مہنگائی کا نہ تھمنے والا طوفان۔ وہ سچ میں چکرا کر رہ گئے تھے۔ستم یہ کہ پڑوسیوں کے ہاں قربانی کے جانوروں کے آنے سے گلی میں خوب شور مچ اٹھا تھا۔سونے پہ سہاگا دونوں گھروں کے دروازے سے دروازہ ملا ہونے کے باعث آس پاس کے گھروں کی سبھی خواتین اور بچوں نے جمیل صاحب کے دروازے کے باہر اچھا خاصا رش لگا دیا۔وہ تینوں بھائی دروازے پر کھڑے ترسی نگاہوں سے قربانی کے جانوروں کو دیکھ دیکھ کر آہیں بھر رہے تھے۔گھر کے کاموں میں الجھی حمیدہ کو زینب ضد کر کے اپنے ساتھ کھینچ لائی۔ دونوں ماں بیٹی دروازے سے چپک کر کھڑی گاڑی سے اترتے جانوروں کو دیکھ رہی تھیں۔



طفیل نے اپنی گائے کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے زین اور زبیر کو منہ چڑایا یعنی جلتی پر تیل چھڑک دیا اس پر طرہ یہ کہ اس کی امی نے آگے بڑھ کر حمیدہ کو جوش دلا کر اچھا خاصا ورغلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:

"اے حمیدہ! تمہارے میاں کی تو اچھی خاصی کمائی ہے۔گائے نہ سہی ایک بکرے کی قربانی تو کر ہی سکتے ہو۔"

"آنٹی! الحمدللہ ابا جان ہر سال گائے میں حصہ لیتے ہیں۔" زبیر نے فوراً کہا تو وہ بولیں"بھئی اس مرتبہ تو گائے بکرے کے ریٹ آسمان کو چھو رہے ہیں۔" طفیل نے بات اچک لی اور تمسخرانہ انداز میں کہنے لگا:

"ارے جتنے میں ایک حصہ لو گے اس میں تو چار چھ مرغیاں آرام سے آجائیں گی۔"

پاس ہی کھڑا بدتمیز لڑکا پرویز ہنستے ہوئے بولا:

"ہاہا اس مرتبہ ان کے گھر سے عید کے دن مرغی کا گوشت آئے گا۔"

ہاہاہاہا سارے لڑکے ہنسی اڑانے لگے۔

"پاپا نے تو ہم تینوں بھائیوں کے نام سے تین بکروں کی قربانی کرنے کا فیصلہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ گائے کا گوشت تو ہم سارا سال کھاتے ہی رہتے ہیں۔" بابر نخوت سے بولا۔

"بھئی میں نے تو ان سے کہہ دیا ہے کہ اب کی مرتبہ گوشت کہیں نہیں بٹے گا، ہم بکروں کی رانیں بروسٹ کریں گے۔

کچھ بھی کہیں مجھے تو بکرے کا گوشت بہت مرغوب ہے۔اسی لیے میں بکرے کا گوشت کہیں نہیں بانٹتی۔"

امان کی ماما نے اتراتے ہوئے کہا تو دروازے کی اوٹ سے جھانکتی حمیدہ تڑپ اٹھی۔ شام کو جمیل صاحب کام پر سے تھکے ماندے گھر لوٹے۔

گھر میں چھائی گہری خاموشی نے جمیل صاحب کا دل

جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ ان کے چہکتے بچے غم زدہ اور مایوس بیٹھے ہوئے تھے۔

"میرے معصوم بچوں اللہ سے مانگو۔ میں ہر سال کوشش تو کرتا ہوں۔ میرے بس میں کچھ نہیں۔"

"اچھا خاصا تو کماتے ہیں آپ۔"

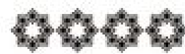
پڑوسیوں کی لگائی چنگاری بھڑک اٹھی تھی۔

جمیل صاحب نے چونک کر بڑے بیٹے زین کو دیکھا پھر گہری سانس لی اور بولے۔

"الحمدللہ علی کل حال بیٹے۔" باپ کا جھکا سر دیکھ کر باقی بچے دلیر ہوگئے۔ دل کی حسرت زبان پر آگئی۔" لوگ چار چار بکروں، دو دو گائے، اونٹ کی قربانی کرتے ہیں اور ہمیں ایک پورا بکرا بھی میسر نہیں۔" زبیر نے دکھ سے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"اجی! لوگ قربانی کے گوشت حلق تک ٹھونستے ہیں۔ جو باقی بچتا ہے اسے فریزر میں محفوظ کر لیتے ہیں اور ہمارا ایک حصے کا گوشت بھی آپ بانٹ کر ختم کر دیتے ہیں" حمیدہ کی زبان پر بھی شکوہ آگیا تھا۔

توبہ! ایسے ناشکری کے کلمات۔ جمیل صاحب کا پارہ چڑھ گیا، انہیں اپنے چاروں اطراف لفظ گوشت گوشت کی بازگشت گونجتی محسوس ہونے لگی۔



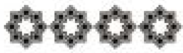
بیوی بچوں کے شکوے شکایات نے جمیل صاحب کو شش وپنج میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ سر پکڑے بیٹھے تھے۔

کہ تینوں بھائی اپنا گلک توڑ لائے۔

"ابا جان! یہ لیجیے"۔ روزانہ ملنے والی جیب خرچی دس بیس پچاس کے تڑے مڑے نوٹ اور پانچ روپے کے ڈھیروں سکے۔ حمیدہ بانو آگے بڑھیں اور جمیل صاحب کی ہتھیلی پر کچھ رکھ دیا۔ "سونے کی بالیاں۔" بیوی بچوں کی اس حرکت پر جمیل صاحب کا دل پسیج گیا۔

بالآخر جمیل صاحب نے بیوی بچوں کے پرزور مطالبے پر گھٹنے ٹیک دیئے۔ اب کے انہوں نے اہل وعیال کی (اور شاید اپنی بھی) دلی تمنا پوری کرنے کی ٹھان ہی لی۔ بیوی بچے یکدم کھل کھلا اٹھے۔ خوشی ان کے انگ انگ سے پھوٹنے لگی سب کی دیرینہ خواہش جو پوری ہونے جا رہی تھی۔

تینوں بیٹوں کے ہمراہ وہ منڈی روانہ ہوگئے۔



بکرا منڈی میں داخل ہوتے ہی زین زبیر کی نظریں سب سے خوبصورت اور چمکدار جلد والے صحت مند بکرے پر جم گئیں۔

ایک لاکھ سن کر جمیل صاحب کو اپنے پیٹ میں مروڑ اٹھتا محسوس ہوا۔" اتنا مہنگا بکرا"۔

سنی جو قیمت ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے

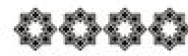
مل رہا ہے یہاں بقرہ کی قیمت میں بکرا

ابا جان! آگے چلیں سستا اور مناسب قیمت والا جانور دیکھ لیتے ہیں۔" زید نے باپ کے چہرے پر اڑتی ہوائیاں دیکھ کر ہمدردی سے کہا تو زبیر فوراً اس کی نفی کرتے ہوئے بولا:

نہیں، نہیں قربانی کے لیے تو خوبصورت تگڑا جانور لینا چاہیے۔"

واہ بیٹا! خوب کہی بگڑے جانور کی قیمت بھی بگڑی ہے ملاحظہ فرمائی آپ نے۔"

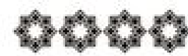
چلیں آگے بڑھیں نا۔ ہماری قسمت میں لکھا ہوا ہمیں مل ہی جائے گا ان شاء اللہ۔" زید نے یقین سے کہا۔



80ہزار، 90ہزار، 50ہزار حواسوں پر سوار بکرے کی ہوش ربا قیمتیں سن کر ان چاروں کے حواس مزید بکھرنے لگے، دھیرے دھیرے آگہی کے تمام در وَا ہونے لگے۔

جمیل صاحب نے بیٹوں کی روتی شکلیں دیکھ کر عالم پریشانی میں ایک مخنی سے بکرے پر ہاتھ رکھ دیا۔

صرف 40ہزار، اسے چار دن رج کے کھلاؤ پلاؤ گے تو یہ خوب موٹا تازہ ہو جائے گا۔"



ہائیں! یہ کیا آپ لوگ تو بکرا لینے گئے تھے نا؟"

ہاں جی یہ بکرا نہیں بقرہ کا بچھڑا ہے۔ ہم سب نے اپنی خواہش کی غلامی کرتے ہوئے یونہی کئی ماہ و سال بتا دیئے۔ نجانے کب سے حکمِ ربی کی مصلحت وحکمت کے خلاف جا رہے تھے ہم۔ اس وقت مہنگائی کے باعث ملکی حالات بہت خراب ہیں، لوگ بے روزگار و پریشان حال ہیں۔ ایسے میں اگر اچھی خاصی رقم محض اپنی خوشی کی تکمیل صرف ایک بکرا خریدنے میں خرچ کر دی جائے تو یہ بے حس رویہ قطعاً مناسب نہیں ہے۔"

"ہیں زین یہ تم کہہ رہے ہو۔"

حمیدہ کی حیرت دیدنی تھی۔

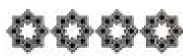
"ہاں نا ابا جان نے اپنے ہر ممکنہ ذرائع استعمال کرتے ہوئے اپنی حیثیت و استعداد کے مطابق بہترین جانور خریدا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم جیسوں کی لاج ضرور رکھے گا کیوں کہ اسے نہ گوشت پہنچتا ہے نہ بگڑی رقم۔ وہ تو ہماری نیتوں کو پرکھ کر فیصلے فرما دیتا ہے۔ ہماری نیت خالص ہے۔ آپ لوگ دیکھیے گا کہ یہ قربانی رائگاں نہیں جائے گی ان شاء اللہ۔"

"زبیر! ہائیں بچوں یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں۔" تعجب اور خوشی سے حمیدہ کی آواز کپکپا رہی تھی۔

ارے واہ پھر تو ہم اس مرتبہ بقرہ کی قربانی کر کے تمام سفید پوش گھرانوں میں گوشت وافر مقدار میں تقسیم کریں گے۔ یوں بندہ بھی راضی اور اللہ بھی راضی۔"

ننھی زنیب نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

گائے کا چھوٹا مگر پیارا سا بچھڑا انہیں اللہ کی رحمت اور کرم سے مناسب قیمت میں مل گیا تھا۔ بچے کھل اٹھے تھے۔ حمیدہ راضی برضا ہو کر قلبی اطمینان محسوس کر رہی تھی۔ بچے اپنے ماں باپ کو دیکھ کر خوشدلی سے "عید قربان مبارک ہو" کہہ کر بچھڑے کو ہاتھ لگا لگا کر خوشی سے جھومنے لگے۔ ان سب کارواں رواں اپنے خالق حقیقی کا شکر گزار تھا کہ اس نے انہیں قربانی کرنے کے لائق سمجھا۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں نیتیں تلتیں ہیں ان شاء اللہ ہماری قربانی ضرور قبول ہوگی۔





"ابا۔۔۔۔!"

ولی اپنا بستہ سنبھالتے بھاگتے ہوئے ابا کو آوازیں دے رہا تھا۔ ابا صحن میں چارپائی پر بیٹھے چائے پی رہے تھے ولی کی آواز پر اسے دیکھا جس کا چہرہ خوشی سے کچھ سرخ ہو رہا تھا۔

"ہاں جی! اتنا خوش کیوں ہے شہزادہ؟"

"ابا جی! اسکول سے چھٹیاں ہو گئی ہیں۔"

اس نے قریب پہنچتے ہاتھ آگے کیا۔

"یہ تو اچھی خبر ہے لیکن ساتھ چھٹیوں کا کام بھی ملا ہوگا۔"

ابا نے اس کا مصافحے کے لیے بڑھا ہاتھ تھام کر ساتھ ہی بٹھالیا۔

"ابا! میں وعدہ کرتا ہوں، دھیان سے سارا کام کروں گا اور بہت اچھا کروں گا مگر اب آپ بھی وعدہ کریں کہ روز مجھے ڈیرے پر لے کر جائیں گے۔"

ابا نے اس سے کچھ دن پہلے اسکول سے چھٹیاں ہونے کی صورت میں روز لے کر جانے کا کہا تھا۔ ولی آج وہی بات یاد کروا رہا تھا۔

"ہاں جی! مجھے یاد ہے اور وعدہ لیکن دیکھو شرط وہی ہے کہ ولی اپنا روز کا کام کرے گا تو جائے گا۔"

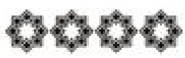
انہوں نے اپنا چائے کا کپ رکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

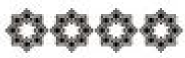
"میں آج بھی آجاؤں؟"

ولی سے معصومیت سے دریافت کیا۔

"تھکے ہوئے نہیں ہو؟"

"نہیں ابا! موجو سے ملے 3 دن ہونے والے ہیں"





یہ گاؤں کا ایک چھوٹا سا گھر تھا جہاں ولی اس کے ابا

اماں اور ایک چھوٹی بہن رہتے تھے۔عید قریب تھی اور ہر سال کی طرح اس مرتبہ بھی انھوں نے کچھ بکرے، گائے اور بیلیں لی تھیں اور پھر عید کے قریب انہیں شہر کی منڈی میں جا کر بیچ آتے تھے۔

ولی بڑا ہو گیا تھا اس لیے وہ پچھلے تین ماہ سے ابا کے ساتھ ڈیرے پر جاتا اور کچھ مدد کر دیتا تھا۔

اس کے ابا کے لیے اس کی پڑھائی بھی ضروری تھی تا کہ ولی بہتر مستقبل بنا سکے۔سیدھی سڑک پر سے آنکھیں ہٹا کر انہوں نے اپنے ساتھ چلتے ولی کو دیکھا جو اپنے ہاتھوں سے ہی کوئی کھیل کھیلتا بڑے بڑے قدم اٹھاتا ابا کے برابر رہنے کو کوشش کر رہا تھا۔

''موجو۔۔۔! میرے موجو۔۔!'' ڈیرے میں داخل ہوتے ہی ولی بھاگا اور اس کی طرف بڑھا۔

موجو ایک بھورے رنگ کا بکرا تھا، جس پر کوئی بھی اور رنگ نہیں تھا۔چار ماہ پہلے جب موجو یہاں آیا تھا تو ولی کو اپنے پاس بھی نہیں آنے دیتا تھا لیکن ولی کو اس سے اتنا انس تھا کہ جب بھی آتا صرف اسی کے پاس بیٹھا رہتا پیار سے ہاتھ پھیرتا اور کھانا اپنے ہاتھوں پر رکھ کر کھلاتا تھا۔

آہستہ آہستہ اس کے لمس سے آشنا ہوتے موجو نے بھی اس سے لڑنا چھوڑ دیا تھا۔اس یک رنگی بھورے بکرے کو ''موجو'' کا نام بھی ولی نے دیا تھا۔

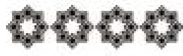
''آجاؤ! میرے پیارے موجو!''

ولی نے ہاتھ پر دانہ رکھتے اسے بلایا تو وہ بھی ''میں میں'' کرتا قریب آ گیا۔

''تین دن بعد ملے ہیں، تمہیں یاد بھی آئی یا نہیں؟''

''یار موجو! کیا کروں۔اسکول کا کام اور پھر ابا جان دونوں مجھے آنے نہیں دیتے۔''

آگے سے اپنی زبان میں ولی کے خیال سے جواب دیتے موجو نے گردن ہلائی اور بیٹھ گیا۔ولی بھی قریب بیٹھتے گھنٹہ بھر باتیں کرنے کے لیے تیار تھا۔



عید میں کچھ ہفتے باقی تھے۔ولی بھی ضد کرتا اس سال اپنے ابا کے ساتھ شہر کی منڈی میں آیا تھا۔

''وہاں رہنے کا انتظام اتنا اچھا نہیں ہوتا''

''کوئی بات نہیں ابا! آپ مجھے لے جائیں میں دیکھنا چاہتا ہوں موجو کو کون لے کر جائے گا؟''

ولی اداس سا بیٹھا تھا۔

''دیکھو ولی! موجو کو کسی نہ کسی کو تو دینا پڑے گا۔ہم اسے نہیں رکھ سکتے۔''

''مجھے معلوم ہے ابا! پلیز مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔''

اب کے آنسو بھی آنکھوں میں آ گئے تھے۔صرف 4-5 ماہ میں ہی ولی کو موجو سے بہت انسیت ہو گئی تھی۔

''ٹھیک ہے''

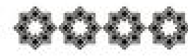
آج منڈی کا پہلا دن، کوئی جانور تو بکا نہیں تھا لیکن گاہک بہت آئے تھے۔

ولی موجو کے پاس بیٹھا تھا، اس کی اداسی دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھی۔

''کاش! موجو! میں تمھیں اپنے پاس ہی رکھ لیتا ہمیشہ''

موجو کے سر اور سینگوں پر ہاتھ پھیرتے ولی اس سے

کہہ رہا تھا۔



آج منڈی میں پانچواں روز تھا۔ ابا کے دو بیل بک چکے تھے۔ موجو کا بھی گاہک آیا تھا لیکن بات نہیں بنی تھی۔

اس کے جانے کے بعد ولی نے موجو کو تقریباً گلے سے لگا لیا تھا۔

شام کے وقت جب منڈی میں رش بڑھ جاتا تھا تو ان کے ہاں بھی لوگوں کا آنا جانا شروع ہو جاتا۔

''یہ کتنا خوبصورت بکرا ہے بابا!''

ولی کے ہم عمر ایک بچہ موجو پر ہاتھ پھیرتے اپنے بابا سے کہنے لگا۔

''ہاں! بھائی اس کا بتائیں۔''

ولی اتنے میں موجو کے پاس آ کر اس کا رخ اپنی جانب کرتا باتیں کرنے لگا۔

حسن کے بابا اور ولی کے ابا موجو کے متعلق بات کر رہے تھے۔

ولی جانتا تھا پچھلے دنوں کی طرح آج بھی بات نہیں بنے گی اور موجو اس کے پاس ہی رہے گا۔

''بہت شکریہ!''

ولی کے کان میں ابا کی آواز آئی جو اب اس طرف موجو کی رسی کھولنے آ رہے تھے۔ وہ حیرت اور دکھ سے حسن کو دیکھنے لگا جو بہت خوش ہو رہا تھا۔

''ابا۔۔۔! موجو؟''

''ولی بیٹا! ہم اس کو بیچنے کے لیے ہی منڈی لائے تھے ناں تو اب یہ بک گیا ہے۔''

حسن اور اس کے بابا موجو کو لے کر چلے گئے۔

ولی چارپائی کی دوسری طرف بیٹھ کر رونے لگا۔ اس نے موجو کا بہت دھیان رکھا تھا۔ جب جب وہ ڈیرے پر جاتا، سارا سارا وقت بس موجو کے ساتھ ہی گزارتا تھا۔

اس نے اپنے کندھے پر ہاتھ محسوس کیا۔ شاید ابا ہوں۔

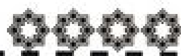
''تم نے اس کا کیا نام رکھا ہوا ہے؟'' یہ حسن کی آواز تھی۔

''موجو''

آنسوؤں کے درمیان ولی نے اسے نام بتایا۔

''میرے دوست! تم فکر نہ کرو میں بھی موجو کا بہت دھیان رکھوں گا۔'' حسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ولی اور حسن نے ایک دوسرے کو گلے لگایا اور آنے والی عید کی مبارک دیتے رخصت ہو گئے۔



ترک تعلق سے بچیں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ کے لیے ملاقات چھوڑے۔ اس طرح کہ جب دونوں کا سامنا ہو جائے تو یہ بھی منہ پھیر لے اور وہ بھی منہ پھیر لے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (صحیح بخاری)



حدیث کہانی (۲)

دعا کی طاقت

ادیبہ انور

پیارے بچو! السلام علیکم!

آپ سب نے پہلی حدیث سیکھی اور یقیناً اس پر عمل بھی کر رہے ہوں گے۔

آج ہم اپنی دوسری حدیث ایک خوبصورت کہانی کے ساتھ شروع کرتے ہیں

آج کی حدیث کا عنوان ہے ''دعا'' اور ہماری کہانی ان تین آدمیوں کے بارے میں ہے جو غار میں پھنس گئے تھے۔آئیں پہلے حدیث پڑھتے ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر دعا عبادت ہے''

پیارے بچو! اس حدیث میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ دعا مانگنا بھی ایک عبادت ہے۔

جب ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں تو اللہ کے قریب ہوتے ہیں۔ ہمیں ہمیشہ اللہ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

جب ہم بیمار ہوں، کسی مشکل میں ہوں یا ہم اپنی کسی خواہش کی



خاص مدد کے طلبگار ہوں۔

آج کی کہانی ہمیں سکھائے گی کہ دعا کیسے مانگی جائے۔

پیارے بچو! ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ تین دوست سفر پر نکلے۔ راستے میں وہ ایک طوفان میں پھنس گئے۔ انہوں نے ایک پہاڑ کے اندر بنے غار میں پناہ لی۔

وہ غار میں بیٹھے تھے کہ ایک چٹان اوپر سے پھسلتی

ہوئی نیچے گری اور غار کا منہ بند ہوگیا۔اس وجہ سے اب وہ وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

وہ بہت پریشان ہوئے۔انہوں نے چٹان ہٹانے کی کوشش کی مگر بے سود۔ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اپنے اچھے اعمال کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ہوسکتا ہے وہ ہمیں اس مشکل سے بچائے۔ تینوں نے دعا کرنا شروع کی۔

ایک دوست بولا۔

اے اللہ! میں اپنے بوڑھے ماں باپ، بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو گھر چھوڑ کر آیا ہوں۔میں سارا دن اپنے ریوڑ کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔

جب شام کو گھر آتا ہوں تو بھیڑ بکریوں کا دودھ نکالتا ہوں اور سب سے پہلے ماں باپ کو دودھ دیتا ہوں۔

ایک دن مجھے چارے کی تلاش میں دور جانا پڑا۔ میں شام سے پہلے لوٹ نہ سکا۔واپسی پر ماں باپ کو سوتے پایا۔وہ دودھ پیے بغیر ہی سو گئے تھے۔

میں انکے سرہانے خاموشی سے کھڑا رہا کہ انکے آرام میں خلل پیدا نہ ہو۔مجھے یہ مناسب نہ لگا،کہ میں والدین سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلادوں۔

میرے بچے بھوکے رہے۔ میں اسی حالت میں والدین کے پاس کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور میرے والدین نے دودھ پی لیا۔

اے اللہ! اگر میرا یہ عمل آپ کو پسند آیا ہو،تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرمائیں۔

یہ دعا مکمل ہوتے ہی وہ چٹان تھوڑی سی سرکی اور غار کا اتنا منہ کھل گیا کہ وہ تھوڑا سا آسمان دیکھ سکے۔

پھر دوسرا دوست بولا۔

اے میرے اللہ! میری ایک چچازاد تھی جس سے میں شادی کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے انکار کر دیا۔کیونکہ میں اسکا سو دینار قرض نہیں ادا کر سکا۔

میں نے بڑی مشکل سے سو دینار اکٹھے کیے اسکے گھر گیا اور اسکو مجبور کیا کہ مجھ سے نکاح کرے۔وہ کہنے لگی۔

''اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور اسکی حد کو نہ توڑ!'' یہ سنتے ہی میں نے اس کو چھوڑ دیا اور وہاں سے واپس آگیا۔

اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ یہ میں نے صرف آپ کے ڈر سے کیا۔اگر آپ کو میرا یہ عمل پسند آیا تو ہماری مشکل آسان کر دیں اور پتھر کو ہٹا دیں!

یہ دعا مکمل ہوتے ہی وہ پتھر تھوڑا سا سرکا کہ کچھ رستہ بنا مگر ابھی بھی ان تینوں کے نکلنے کے لیے راستہ ناکافی تھا۔

اب تیسرا دوست بولا۔

''اے اللہ! میں نے کچھ دن ایک ملازم چاول ماپنے کے لیے رکھا۔جب اس نے اپنا کام ختم کو لیا تو میں نے اسکو چاولوں کی شکل میں معاوضہ ادا کیا۔

مگر اس نے قبول نہ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔تو میں نے ان چاولوں کو بو دیا۔میری فصل بہت اچھی ہوئی۔ آہستہ آہستہ میں امیر ہوگیا۔میرے پاس گائے اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ تھے۔

ایک دن وہ ملازم آیا اور کہنے لگا۔

''اللہ سے ڈرو! اور میرے مال میں کوئی ظلم مت کرنا''

”یہ گائے اور بھیڑ بکریاں لے جاؤ!“ میں نے اس کو کہا۔

”اللہ سے ڈرو اور میرا مذاق مت اڑاؤ!“ وہ کہنے لگا۔

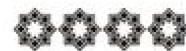
”میں تمسخر نہیں کر رہا بلکہ یہ سب تمہارا ہے۔تم یہ مال لے جاؤ!“ میں نے کہا۔

اور وہ اپنا مال لے کر چلا گیا۔اے اللہ! آپ جانتے ہیں یہ عمل میں نے آپ کی رضا کے لیے کیا۔اگر میرا یہ عمل آپ کو پسند آیا تو ہماری مشکل آسان کر دیں!

اس کے دعا کرتے ہی، وہ پتھر سرکا اور لڑھکتا ہوا نیچے چلا گیا۔ یہاں تک کہ غار کا منہ کھل گیا۔ان تینوں نے اللہ کا شکر کیا اور باہر آگئے۔

پیارے بچو! آپ نے دیکھا کیسے ان کے اچھے اعمال اور دعا مانگنے کے طریقے سے ان کی مشکل آسان ہوئی۔

پیارے بچو! ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ ہمیں ہمیشہ اچھے اور نیک اعمال کرنے چاہیے اور اخلاص سے عبادت کرنی چاہیے اللہ ہماری دعائیں قبول فرمائیں گے۔





واٹس ایپ پر تحریر بھیجنے والے متوجہ ہوں!

اگر آپ اچھے قلمکار کہانی نویس اور مصنف بننا چاہتے ہیں تو ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

کی پیڈ پر انگلی چلانا کاغذ پر قلم سے لکھنے کا قائم مقام نہیں بن سکتا۔ یہ عادت آپ کی تحریری صلاحیتوں کے لئے کئی طرح سے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اس طرح لکھتے ہوئے آپ ٹھیک سے سوچ نہیں پاتے۔ لکھنے میں بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ جملے درست نہیں بن پاتے۔ دماغ جلدی تھک جاتا ہے اور آپ تحریر کو سمیٹنے کی کوشش میں بسا اوقات اس کا مزا خراب کر بیٹھتے ہیں۔تحریر بہت مختصر رہ جاتی ہے اور سب سے بڑا نقصان یہ کہ قلم سے رشتہ کٹ جاتا ہے۔

اس لئے کوشش کریں کہ کہانی ہو یا خط ،لطیفہ ہو یا سوال، نظم یا فلنگ کاغذ پر لکھیں اور پھر اس کا صاف فوٹو بنا کر وہ ہمیں سینڈ کر دیں۔ یہاں کمپوز کر لیا جائے گا۔کوشش کریں تصویر بہت واضح بنائیں تا کہ کمپوزر کو مشکل نہ ہو۔

اگر آپ پہلے کاغذ پر لکھتے ہیں اس کے بعد ٹائپ کر کے بھیجتے ہیں تو بھی ٹھیک ہے اس گذارش کا مقصد صرف یہ ہے کہ قلم سے آپ کا تعلق مضبوط رہے۔البتہ اس صورت میں تصحیح کا بہت اہتمام کریں۔امید ہے آپ فائدے کی اس بات پر عمل کی پوری کوشش کریں گے۔

والسلام

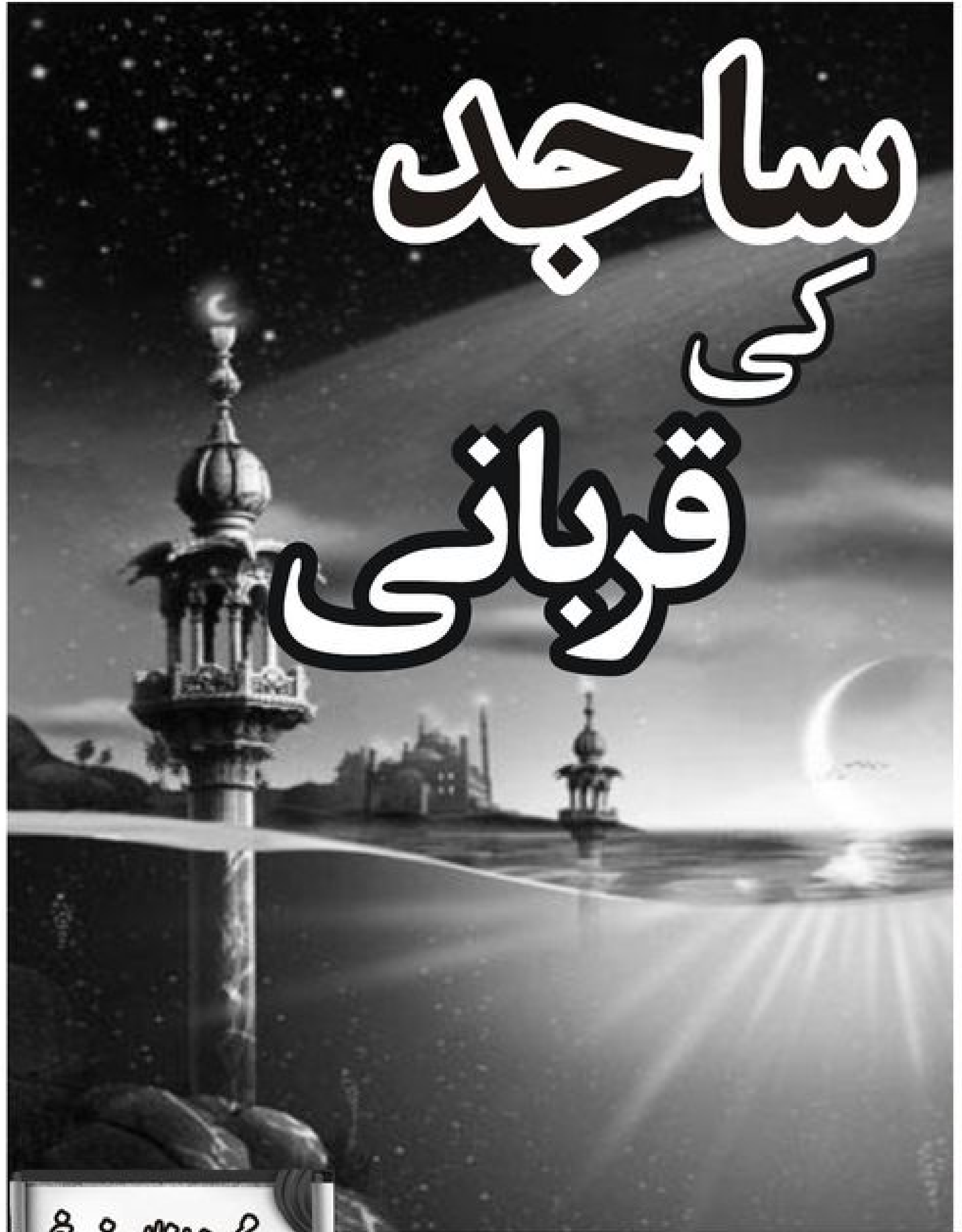
مدیر

فون نمبر: 03127184199

Email:

musalmanbachay@gmail.com

ساجد کی قربانی



محمد ذیشان فرخ

''ابو! بکرا کب لائیں گے؟'' ساجد کئی دنوں سے اپنے ابو سے بکرا لانے کی ضد کر رہا تھا۔عید میں دس دن باقی رہ گئے تھے اور محلے میں جانوروں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ دوسرے لوگوں کے جانوروں کو دیکھ کر ساجد بھی اپنے ابو سے ضد کر رہا تھا۔

''بیٹا! کل چھٹی کا دن ہے۔ ان شاء اللہ ہم کل صبح صبح بکرا لینے منڈی جائیں گے۔'' ابو کے اعلان پر ساجد کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ناں تھا۔اس نے سب دوستوں کو بتا دیا کہ کل اس کا بکرا آرہا ہے۔

ساجد کو اگلے دن کا بے تابی سے انتظار تھا۔ رات کو بھی اس کو نیند بڑی مشکل سے آئی تھی۔آخر رات کے کسی پہر وہ نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔ خواب میں بھی وہ بکرا منڈی میں اپنے ابو کے ہمراہ بکرے دیکھ رہا تھا کہ اس کی امی نے اس کو آواز دے کر جگا یا۔

معمول کے مطابق اس کی امی نے اسے فجر کی نماز کے لیے جگایا تھا۔

ساجد وضو کر کے اپنے ابو کے ساتھ مسجد گیا۔فجر کی نماز کے بعد اس کے ابو نے بکرا لینے جانا تھا۔

گھر آ کر ساجد فوراً تیار ہوا اور اپنے ابو کے ساتھ بکرا منڈی روانہ ہوا۔

بکرا منڈی میں صبح سویرے ہی بہت رش تھا۔لوگ اپنی اپنی پسند کے جانور دیکھ رہے تھے۔خریدار بھاؤ تاؤ کر رہے تھے۔ ہر طرف عجیب سی رونق تھی۔ایسی رونق عید الاضحی کے موقع پر ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔

ساجد اور اس کے ابو نے بھی بکرے دیکھنا شروع

کیے۔ ساجد بڑی دلچسپی سے بکروں کو دیکھ رہا تھا اور خریداری کے ہر معاملے میں پیش پیش تھا۔ بڑی تلاش کے بعد ایک مناسب بکرا پسند آ گیا۔ ساجد نے محبت سے بکرے کے گلے میں ہاتھ ڈالا۔ بکرے سے ساجد کی دوستی کی شروعات ہو چکی تھی۔

گھر واپس آ کر ساجد بکرے کے لیے چارا لے آیا۔ محلے کے لڑکے اور ساجد کے دوست بھی آ گئے تھے۔ ساجد سب لڑکوں سے بکرے کا تعارف کرا رہا تھا۔ چارا کھلانے اور پانی وغیرہ دینے کے بعد ساجد بکرے کو محلے میں گھمانے پھرانے نکل گیا۔ اب عید تک ساجد کا ایک ہی کام تھا۔ بکرا اور اس کی آؤ بھگت۔

چند دنوں میں ساجد اپنے بکرے سے بے انتہا پیار کرنے لگا تھا۔ بکرا بھی ساجد کو دیکھ کر ''میں، میں'' کرنے لگتا۔ ساجد نے اس کی خوب خاطر مدارت کی۔ بکرا اس کو دنیا کی سب سے قیمتی چیز لگنے لگا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ جس چیز سے آپ کو پیار ہو جائے، وہ آپ کو دنیا کی سب سے قیمتی چیز لگتی ہے اور اس سے جدائی انسان کی برداشت سے باہر ہو جاتی ہے۔

عید میں دو دن باقی تھے۔ ساجد بکرے کے پاس اداسی سے کھڑا تھا۔ اس وقت بکرا چارہ کھا رہا تھا اور ساجد پیار سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کو یہ سوچنا بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ دو دن بعد اس کا پیارا دوست اس سے جدا ہو جائے گا۔

ساجد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اچانک اسے ایک خیال آیا۔ وہ دوڑتا ہوا ابو کے پاس گیا۔

''ابو! میری ایک بات مانیں گے؟'' ساجد کی بات سن کر ابو نے کہا۔

''بیٹا! کیا بات ہے؟ کون سی بات کرنی ہے؟''

''ابو! ہم دوسرے بکرے کی قربانی کر لیتے ہیں۔ اس بکرے کو پال لیتے ہیں۔ یہ میرا بہت اچھا دوست بن گیا ہے۔ اب میں اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔''

ساجد نے کہا۔

''بیٹا! آپ کو معلوم ہے کہ عید الاضحی کیوں منائی جاتی ہے؟'' ساجد کی بات سن کر ابو مسکرائے اور ساجد سے کہا۔

''جی ابو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا خواب میں حکم ملا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کو پورا کرتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا فیصلہ کیا لیکن جب وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے تو اللہ نے ایک مینڈھا بھیج دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ وہ مینڈھا ذبح ہو گیا۔ اس لیے مسلمان جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔'' ساجد نے تفصیل سے ابو کو عید الاضحی کی وجہ بتائی۔

''بیٹا! آپ نے بالکل صحیح بتایا لیکن بیٹا! اللہ کے ہر حکم کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تو انھوں نے اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا اور بیٹے کی محبت کو اللہ کے حکم کے آگے قربان کر دیا۔

بیٹا! ہمیں یہ جو قربانی کا حکم ملا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے ہر حکم کے آگے ہم سر جھکا دیں اور اس

کے ہر حکم کو پورا کریں اور ساتھ ہی یہ مقصد بھی ہے کہ وقت پڑنے پر اپنی عزیز ترین اور سب سے پیاری چیز کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دیں۔

بیٹا! آج یہ بکرا تم کو کتنا عزیز اور پیارا ہے؟'' ابو کے سوال پر ساجد نے کہا۔

''ابو! یہ مجھے بہت عزیز ہے اور میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔''

''تو بیٹا! یہی تو اصل قربانی ہے کہ اپنی پیاری چیز کو اللہ کے حکم پر قربان کر دیا جائے۔ اگر اس بکرے کی جگہ دوسرا بکرا لے آئیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم اپنی عزیز چیز کو اللہ کو دینے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔

بیٹا! تمھیں آج اس جانور سے بے حد محبت ہے اور تم اس سے جدا نہیں ہونا چاہتے تو اگر تم دل سے اللہ کی راہ میں اس کی قربانی دو گے تو اللہ بہت خوش ہوں گے۔'' ساجد کے ابو نے اس کو سمجھایا۔

''جی ابو! میں سمجھ گیا۔ میں دل سے اس بکرے کی قربانی اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں اور اس بکرے کو خوشی خوشی اللہ کی راہ میں رخصت کروں گا۔ اللہ مجھ سے بہت خوش ہوں گے۔'' ساجد کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

اگلے دو دن وہ بکرے کی خدمت میں مصروف رہا۔

عید کا دن آگیا۔ ساجد کا دل کسی چیز میں نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا دوست آج اس سے جدا ہونے والا تھا۔ وہ فجر کی نماز پڑھ کر بکرے کے پاس ہی کھڑا تھا اور محبت سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

''بیٹا! عید کی نماز کے لیے چلیں؟'' اس کے ابو نے اس کو پکارا۔

عید کی نماز پڑھ کر واپس آئے تو محلے میں قربانی کا آغاز ہو چکا تھا۔ سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے جانوروں کی قربانی ادا کی جا رہی تھی۔

ابو نے بکرے کی رسی کھولی۔ ساجد نے جذباتی انداز میں بکرے کو گلے لگا لیا۔ بکرے نے ''میں میں'' کی اور ساجد کی طرف دیکھا۔ ساجد کے ابو کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے تھے۔

''ابو! میں اللہ کی راہ میں اپنے پیارے دوست کو قربان کرتا ہوں۔'' ساجد نے رندھی ہوئی آواز سے یہ الفاظ ادا کیے تو ابو نے اس کو گلے سے لگا لیا۔

''بیٹا! اللہ تمھاری قربانی قبول فرمائے۔'' یہ کہتے ہوئے ابو نے بکرے کو قصائی کو تھما دیا۔

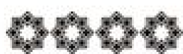
قصائی نے بکرے کو قبلہ رخ لٹایا اور ابو نے بسم اللہ پڑھتے ہوئے بکرے کے گلے پر چھری پھیری۔

ساجد رو رہا تھا کیونکہ رونا تو ایک فطری عمل ہے لیکن اس رونے کے ساتھ ساتھ ایک جذبہ بھی تھا۔ وہ جذبہ قربانی کا جذبہ تھا۔

آج ساجد نے اپنے دوست کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔

ساجد نے عہد کیا تھا کہ جس طرح آج اس نے اللہ کی رضا کے آگے سر جھکا دیا۔

آئندہ بھی وہ اللہ کے ہر حکم کو پورا کرے گا اور اللہ کی راہ میں کسی قربانی سے کبھی دریغ نہیں کرے گا۔



سلطان ٹیپو شہید رحمہ اللہ

عبدالحفیظ امیرپوری

’’نواب بہادر! میرے سامنے دو ہی راستے تھے۔ اپنے تمام سپاہیوں کو اس جہنم کی خوراک بنادوں جو مادھوراؤ نے بے پناہ طاقت کے ذریعے دہکایا ہے، یا پھر سر جھکا کر اچھی ساعتوں کا انتظار کروں۔

آپ کے جاہ وجلال کی قسم! میسور کے جانثاروں پر بڑا براوقت آپڑا ہے۔ میں نے اس وقت کو ٹالنے کے لیے ہتھیار رکھ دیئے ہیں اور پیشوائے پونا کی ہر شرط تسلیم کرلی۔ اگر زندہ بچا تو دوبارہ حضوروالا کی ہم رکابی کا شرف حاصل کروں گا۔ ورنہ اپنے اس دیرینہ خدمتگار کو معاف کردیجیے گا۔‘‘

اس کے بعد میر علی رضا خان نے ’’سرا کا قلعہ‘‘ مادھو راؤ کے حوالے کردیا اور خود پیشوائے پونا کی ملازمت اختیار کرلی۔ یہ ایک انتہائی ذلت آمیز معاہدہ تھا لیکن میر علی رضا خان نے وقت کی نزاکت کے پیش نظر یہ رسوائی بھی گوارہ کرلی۔ اگر سالار میسور، مادھوراؤ کی یہ شرط تسلیم نہیں کرتا تو ہزاروں مسلمان سپاہی تہہ وتیغ کردیئے جاتے۔ میر علی رضا خان ایک غیرت مند انسان تھا۔ اگر تنہا اس کی ذات کا معاملہ ہوتا تو وہ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرلیتا اور پیشوائے پونا کے سامنے ایک درباری کی حیثیت سے ہرگز کھڑا نہ ہوتا لیکن اس نے اپنے سپاہیوں کو بچانے کے لیے دستار فضیلت، مادھوراؤ کے قدموں پر رکھ دی اور اپنی انا کو فروخت کرڈالا۔

سرا پر قابض ہونے کے بعد مرہٹے مدگری کی طرف

بڑھے اور حیدر علی کے اس قلعے کو بھی تسخیر کرلیا۔میر علی رضا خان کے قاصد کی سرنگا پٹم آمد کے کچھ دن بعد ہی والی میسور کے جاسوسوں نے مادھو راؤ کی مسلسل پیش قدمی کی خبریں دیتے ہوئے کہا۔

”پیشوائے پونا کی فوجوں کا کوئی شمار نہیں۔انسانی سروں کا ایک سمندر ہے،جس کے سامنے کوئی دیوار کھڑی نہیں کی جاسکتی۔اس بار مرہٹوں کے عزائم خوفناک ہیں۔مقامی ہندو صرف اس امید پر انہیں تمام سہولتیں فراہم کررہے ہیں کہ پیشوائے مادھو راؤ،مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ کردے گا۔“

جاسوسوں نے مصلحتاً مسلمانوں کے اقتدار کے خاتمے کی بات کی۔ورنہ ان کا درپردہ اشارہ نواب حیدر علی کی طرف تھا۔اپنے جاسوسوں کی تکلف آمیز گفتگو سن کر والئ میسور برہم نظر آنے لگا۔

”تمہاری زبانوں نے جھوٹ بولنا کب سے سیکھ لیا؟صاف کیوں نہیں کہتے کہ مادھو راؤ میرا خاتمہ چاہتا ہے“

”ہمارا مشاہدہ یہی ہے نواب بہادر!“جاسوسوں نے ایک بار پھر حقیقت بیانی سے گریز اختیار کیا۔

”تمہاری بینائی میں انتشار برپا ہوچکا ہے،اس لیے تمہارے سارے مشاہدات ناقابل اعتبار ہیں۔“نواب حیدر علی کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں تھے۔

”کیا تمہیں نہیں معلوم کہ نواب عبدالحکیم خان پیشوائے پونا کا ساتھ دے رہا ہے؟اور کیا وہ مسلمان نہیں ہے؟“جاسوسوں نے ندامت کے ساتھ سر جھکا لیا۔

”اگر مسلمان اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرلیتے تو مغلوں کی عظیم الشان سلطنت ماضی کا ایک افسانہ بن کر نہ رہ جاتی۔“حیدر علی کے لہجے سے غصہ بھی جھلک رہا تھا اور تاسف بھی۔

”میں انہیں ان کا عہد گم گشتہ واپس دلانا چاہتا ہوں مگر یہ اہل ہنود کی غلامی پر رضامند ہوچکے ہیں۔

اے خدا!مجھے صبر واستقامت دے اور ان عاقبت نااندیشوں کو ہدایت۔“

”اب کیا ہوگا نواب بہادر؟“سیاسی میشروں کے چہروں اور آوازوں سے شدید مایوسی کا اظہار ہورہا تھا۔

نواب حیدر علی اپنے اراکین سلطنت کے اس سوال کا مفہوم سمجھ گیا تھا مگر پھر بھی اس نے اتمام حجت کے لیے پوچھا۔”آخر تم لوگ کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”ہماری ناقص رائے میں یہ خوفناک مسئلہ جنگ سے حل نہیں ہوسکتا۔“گفتگو کرتے وقت سیاسی مشیروں کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ نواب حیدر علی کم ہمتی کی باتیں سننے کا عادی نہیں تھا۔

”پھر کس طرح حل ہوگا؟“والئ میسور کے لہجے میں غیر معمولی ٹھہراؤ تھا۔

”ہمیں اس گراں وقت کو ٹالنے کے لیے مادھو راؤ سے صلح کی بات کرنی چاہیے۔“مشیروں نے ڈرتے ڈرتے اپنی تجویز کی وضاحت کی۔

”جیسا کہ میر علی رضا خان نے ہوش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو بھی بچالیا اور اپنے سپاہیوں کی جاں بخشی کی ضمانت بھی حاصل کرلی۔“

”علی رضا خان کن حالات سے دوچار تھا؟یہ بات وہ

خود جانتا ہے۔مگر پھر بھی ہم سب کو خبر ہے کہ وہ محصور ہو چکا تھا۔اسی لئے مجھ پر اس کا یہ معاہدہ گراں نہیں گزرا۔''

ایک بار پھر والئی میسور کے لہجے سے ناگواری کا اظہار ہونے لگا تھا۔

''مجھ میں اور علی رضا خان میں بڑا فرق ہے۔ وہ دو لاکھ سے زیادہ فوج کے نرغے میں گھر چکا تھا اور میں آزاد ہوں۔پھر مجھے وقت سے پہلے پیشوائے پونا کی غلامی پر رضامند ہونے کا مشورہ کیوں دیتے ہو؟''

''نواب بہادر!صلح اور غلامی میں بڑا فرق ہے۔'' سیاسی مشیروں نے گھبرا کر کہا۔

''معاذ اللہ!ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ مادھوراؤ کے سامنے آپ اپنی آزادانہ حیثیت سے محروم ہو جائیں۔''

''بے شک!صلح اور غلامی میں بڑا فرق ہے مگر تم سیاست کے اس فلسفے سے واقف نہیں کہ جب شکاری گھر سے نکلتا ہے تو وہ اپنے شکار کو سنبھلنے کی مہلت نہیں دیتا۔

اس وقت مادھوراؤ کی حیثیت بھی اس شکاری کی سی ہے جو میری لاش دیکھ کر مطمئن ہوگا۔مجھے زنجیر غلامی پہنا کر آسودگی حاصل کرے گا۔اس کے سوا کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔''

''امور مملکت کو نواب بہادر ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔'' سیاسی مشیروں نے عاجز آکر گردنیں خم کردیں۔ والئی میسور کی اس دلیل کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

''ابھی میں آزاد ہوں،اس لیے مادھوراؤ کا مقابلہ کرنا میرے فرائض میں شامل ہے۔''غنیم کی فتوحات اور کثرت افواج کی خبریں سننے کے بعد نواب حیدر علی کے لہجے میں وہی جاہ و جلال تھا۔

''جب تھک کر گر جاؤں تو پھر سوچوں گا کہ پیشوائے پونا سے صلح کی جاسکتی ہے یا نہیں؟''

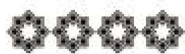
اس کے بعد والئی میسور نے اپنی تمام فوجوں کو جمع کیا اور سرنگا پٹم سے بنگلور روانہ ہوا۔سپہ سالار محمد علی کمیدان اور شجاعت خان بھی والئی میسور کے ہمراہ بنگلور جانا چاہتے تھے مگر حیدر علی نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا۔

''سرنگا پٹم کو خالی نہیں چھوڑا جاسکتا۔اگر تم لوگ بھی چلے گئے تو اس علاقے کا دفاع کون کرے گا؟''

''مجھے اس بات کا ہمیشہ قلق رہے گا نواب بہادر! کہ میں اس معرکہ آرائی میں آپ کے دوش بدوش نہیں تھا۔'' محمد علی نے انتہائی افسردہ لہجے میں کہا۔

''اب تو ایسا لگتا ہے محمد علی! کہ ہم لوگ صرف جنگ کرنے کے لیے ہی پیدا ہوئے ہیں۔'' والئی میسور کے ہونٹوں پر ایک شگفتہ و شاداب مسکراہٹ تھی۔

''جب اللہ کی مرضی یہی ہے تو پھر ایک موسم کے کھو جانے پر اتنا افسوس کیوں؟خونریزی کے بے شمار موسم آئیں گے۔اپنے دل کی تمام حسرتیں نکال لینا تو میرا دماغ ہے محمد علی!اس لیے میں تجھے سرنگا پٹم میں چھوڑے جا رہا ہوں۔اگر کبھی دارالحکومت پر برا وقت پڑے تو مجھے یقین ہے کہ تو دشمن کے مقابلے میں بہترین چالیں چل سکے گا ورنہ محافظ حقیقی تو صرف اللہ ہے،اس کے سوا کوئی نہیں۔''



نواب حیدر علی اپنی فوج لے کر سرنگا پٹم سے بنگلور آیا

اور یہاں کے قلعے کو مستحکم کرنے لگا۔اس کے ساتھ ہی والیٔ میسور نے اپنے سواروں اور پنڈاروں کو حکم دیا کہ وہ ماگڑی کے جنگل میں چھپ کر مرہٹوں کی فوج پر مسلسل شب خون ماریں۔

مادھوراؤ تیز رفتاری کے ساتھ ماگڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہاں کے حاکم سردار خان نے جب پیشوا کی یلغار کی خبر سنی تو وہ اپنی مختصر سی فوج لے کر میدان میں نکلا۔ سرادار خان کا خیال تھا کہ مرہٹہ فوج کا کوئی عام سالشکر ہے جو قلعہ ماگڑی پر قبضہ کرنا چاہتا ہے مگر جب اس نے میدان میں پیشوا کے سپاہیوں کو حشرات الارض کی طرح بکھرے ہوئے دیکھا تو وہ اپنے چند ہزار سپاہیوں کے ساتھ واپس پلٹا اور قلعہ بند ہوگیا۔

مادھوراؤ نے چار دن تک گولہ باری کی مگر دیواریں بہت مظبوط تھیں۔اس لیے پیشوائے پونا کو کوئی مثبت نتیجہ حاصل نہیں ہوسکا۔وقت تیزی سے گزرتا جارہا تھا اور مادھوراؤ کے نزدیک وقت کی بہت زیادہ قیمت تھی۔اگر وہ ماگڑی کے قلعے کو فتح کئے بغیر آگے بڑھ جاتا تو سردار خان جیسا شجاع حاکم اس کے لیے نئی مشکلات پیدا کرسکتا تھا۔

آخر چلتدرک کے راجہ نے اس پریشان کن مسئلہ کو حل کردیا۔ راجہ قلعہ ماگڑی کے پوشیدہ راستوں سے واقف تھا۔اس نے انہی خفیہ راستوں سے اپنے سپاہی قلعے کی فصیل پر چڑھادیئے۔سردار خان نے یہ منظر دیکھا اور اپنے سپاہیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''ہم مسلمان ہیں اور جان کی بازی لگانا ہمارا محبوب مشغلہ ہے۔''

سردار خان کے تمام سپاہیوں نے بیک زبان کہا۔

''آپ کھیل شروع کیجئے! ہم آخری سانس تک آپ کے ساتھ ہیں۔''

''اگر تم اپنی جانیں بچانا چاہتے ہو تو بچالو۔مجھے کوئی تعرض نہیں ہوگا۔''

''اس قلعے میں ایک سرنگ ایسی بھی ہے جو تمہیں آسانی سے محفوظ راستے تک پہنچادے گی۔'' سردار خان نے کھلے دل کے ساتھ اپنے سپاہیوں سے کہا۔

''اور آپ کیا کریں گے؟'' سپاہیوں نے اپنے حاکم سے سوال کیا۔

''میں نواب بہادر سے کیا ہوا عہد پورا کروں گا۔'' سردار خان نے بلند آواز میں کہا۔

''نواب بہادر نے یہ قلعہ میرے حوالے کیا تھا۔پھر میں اپنی زندگی میں اسے مادھوراؤ کے حوالے کیسے کروں؟ یہ تو بڑی خیانت ہوگی اور سردار خان ایک خائن کی حیثیت سے زندہ نہیں رہنا چاہتا۔''

''فوج کی ملازمت اختیار کرتے وقت ہم نے بھی آپ سے یہی عہد کیا تھا کہ اپنے فرائض اس طرح ادا کریں گے کہ دشمن کبھی ہماری پشت نہیں دیکھے گا۔'' سپاہیوں کی پُرجوش آوازیں پورے قلعے میں گونج رہیں تھیں اور ہم بھی آپ کی طرح خائن نہیں ہیں۔

یہ اور بات ہے کہ ہمارے کاندھوں پر ہمارے سر باقی نہ رہیں اور مادھو راؤ ہماری لاشوں سے گزر کر ہمارے قلعے میں داخل ہوجائے۔

ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں سے نواب بہادر کی امانت، پیشوائے پونا کے حوالے کر جائیں۔“

سپاہیوں کی یہ جانثارانہ ادا دیکھ کر سردار خان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

”میں ایک خوش نصیب امیر لشکر ہوں کہ جس کا ہر سپاہی امانت دار ہے، وفاشناس ہے اور ایفائے عہد کا مفہوم جاننے والا ہے۔ ہم سب حالت جہاد میں ہیں۔ خدا ہمیں شہادت کا اعلیٰ ترین منصب عطا فرمائے۔ آمین“

یہ کہہ کر سردار خان نے اپنی شمشیر بے نیام کر لی۔

اس کے ساتھ ہی فضا ہزاروں تلواروں کی جھنکار سے گونج اُٹھی۔

راجہ جلتندرک کے سپاہی خفیہ راستے سے قلعے میں داخل ہو رہے تھے اور سردار خان کے سپاہی انہیں موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔

مگر کب تک؟ آخر دشمن کے چند سپاہی لڑتے لڑتے قلعے کے پچھلے دروازے تک پہنچ گئے۔

سردار خان نے صدر دروازے پر ماہر تیر اندازوں کا پہرہ لگا دیا تھا مگر وہ اس ہنگامے میں عقبی دروازے کی حفاظت نہ کر سکا۔ نتیجتاً راجہ جلتندرک کے ساہیوں نے قلعے کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور آناً فاناً ہزاروں سپاہی قلعے میں داخل ہو گئے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے موت کا بازار گرم ہو گیا۔ سردار خان کے سپاہیوں نے ہزاروں مرہٹہ فوج کو تہہ وتیغ کر دیا اور خود بھی جام شہادت پی کر سو گئے۔ اس جنگ کے دوران مادھوراؤ کے نقیب چیخ چیخ کر اعلان کرتے رہے کہ اگر تم ہتھیار پھینک دو تو تمہارے لیے امان ہے، سلامتی ہے۔“

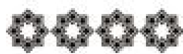
”اللہ کی رحمت کے سوا کہیں کوئی امان نہیں، کہیں کوئی سلامتی نہیں۔“ مسلمان سپاہی بھی با آواز بلند جواب دیتے رہے۔ نہ ان کے حوصلے پست ہوئے اور نہ ان کے بازوؤں کی گردش میں کوئی کمی آئی۔

بہت دیر تک کار وبار قتال جاری رہا۔ پھر جب مادھو راؤ کی فوج نے قلعہ ماگڑی پر غلبہ واختیار حاصل کر لیا تو ایک بھی مسلمان سپاہی زندہ حالت میں نہیں تھا۔ جگہ جگہ مجاہدین خونی کفن پہنے خاموش پڑے تھے۔ ان کی روحیں پرواز کر چکیں تھیں اور جسم شہادت کے تمغے سجانے کے بعد بے حس وحرکت ہو گئے تھے۔

پیشوا مادھوراؤ کے دل میں یہ حسرت ہی رہ گئی کہ وہ کسی مسلمان سپاہی کو زندہ گرفتار کر کے اس کے سامنے اپنے غرور وکبر اور جاہ وجلال کا مظاہرہ کرتا۔ بس ایک سردار خان تھا جو زخموں سے چور زمین پر پڑا سسک رہا تھا، مادھوراؤ کے سپاہی اسے اُٹھا کر لے گئے۔

اور جب علاج کے بعد سردار خان اس قابل ہو گیا کہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکے تو پیشوائے پونا نے اسے اپنے سامنے طلب کرتے ہوئے کہا۔

”سردار خان! آخر تو کس بنیاد پر ہماری طاقت کی نفی کرتا تھا؟ تو نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھ لیا؟“



عیدِ قربان

حمیرا علیم

عوف صاحب آفس سے تھکے ہارے گھر آئے تو اپنے بچوں دس سالہ ہالہ، آٹھ سالہ انمار اور پانچ سالہ قصی کو منتظر پایا۔

السلام علیکم بابا!" سب ان کی طرف لپکے اور سلام کیا۔ ہالہ نے ان کے ہاتھ سے بیگ لے کر کمرے میں رکھا اور انمار نے انہیں ٹھنڈے پانی کا گلاس پیش کیا۔قصی فورا ان کی چپل اٹھا لایا۔عوف صاحب نے پانی پی کر بچوں کو محبت سے دیکھا اور بولے:

"جزاک اللہ بیٹا!

خیر ہے نا آج آپ سب اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں؟ قیلولہ نہیں کیا آپ نے؟"

نہیں بابا! ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ایک ہفتے بعد عید ہے نا تو ہمیں پوچھنا تھا کہ ہم بکرا کب لائیں گے؟"

قصی نے اشتیاق سے پوچھا۔تو عوف صاحب ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئے۔اتنے میں ان کی بیگم سبیعہ کچن سے نکل کر لاونج میں داخل ہوئیں اور بچوں کو حکم دیا:

"چلیں آپ سب اپنے کمرے میں جا کر کچھ دیر آرام کریں۔اور بابا کو بھی فریش ہونے دیں۔شام میں بات کریں گے۔"

سب سعادت مندی اپنے کمرے میں چلے گئے تو عوف صاحب نے ممنون نظروں سے بیگم کو دیکھ کر کہا:" شکریہ سبیعہ! آپ نے مجھے بچوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچا لیا۔اتنی مہنگائی ہوگئی ہے میں تو پریشان ہوں کہ عید پہ بچوں کے کپڑے جوتے کیسے لیں گے اور بچے بکرا خریدنے کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔"

آپ پریشان نہ ہوں اللہ مالک ہے۔چلیے آپ فریش ہوجائیں میں بچوں کو سمجھا دوں گی۔"

لاونج کی طرف آتی ہالہ نے والدین کی باتیں سنیں تو پریشان ہو کر واپس کمرے میں چلی گئی۔ بستر پر لیٹ کر سوچتے سوچتے وہ سو گئی۔ شام کو بجے اٹھے تو امی نے انہیں ہوم ورک میں مصروف کر دیا۔ حسب معمول سب رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے۔ صبح بابا نے آفس جانے سے پہلے انہیں اسکول ڈراپ کیا اور خود آفس چلے گئے۔

اسکول میں اسلامیات کا پریڈ شروع ہوا تو مس عفراء نے سبق پڑھانے کی بجائے قربانی کے موضوع پہ بات کی۔

آپ سب کو معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت پوری کرتے ہوئے ہم سب عید الاضحیٰ پہ قربانی کرتے ہیں؟"

یس مس!" سب نے بیک زبان جواب دیا تو مس عفراء بولیں:" شاباش! آپ سب تو ماشاءاللہ خاصے سمجھ دار ہیں۔ لیکن کیا کسی کو یہ بھی معلوم ہے کہ قربانی کی اصل روح کیا ہوتی ہے؟"

سب نے حیرت سے انہیں دیکھا تو انہوں نے بتایا: اللہ تعالیٰ کو ہمارے بیل، اونٹ، بکرے وغیرہ کے گوشت کی ضرورت تو نہیں ہے نا۔ بلکہ وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ کون مجھ سے محبت کرتا ہے اور میرے حکم کی تعمیل میں کتنی دلچسپی رکھتا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آزمانے کے لیے انہیں اپنے بیٹے کی قربانی کا کہا تو ابراہیم علیہ السلام نے جھٹ سے حکم کے مطابق بیٹے کو قربان کرنے کی تیاری کر لی۔

اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر اسماعیل علیہ السلام کی جگہ مینڈھا بھیج دیا اور اسماعیل علیہ السلام کو بچا لیا۔"

ہالہ کا ہاتھ کھڑا دیکھ کر مس عفراء نے استفسار کیا:" جی ہالہ آپ کو کچھ پوچھنا ہے؟"

یس مس! اگر کوئی قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو مگر اس کی خواہش ہو کہ وہ بھی عید پہ قربانی کرے تو کیا اللہ تعالیٰ اس کی خواہش پوری کر دیتے ہیں؟"

مس نے ہالہ کے معصومانہ سوال پہ مسکراتے ہوئے جواب دیا:

" جی ہاں کیوں نہیں۔ جب بھی ہم اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہماری دعا نہ صرف سنتے ہیں بلکہ پوری بھی کرتے ہیں۔ بس شرط یہ ہے کہ انسان پورے یقین سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خواہش ضرور پوری کریں گے۔" مس یہ کہہ کر دوبارہ قربانی کے بارے میں بات کرنے لگیں۔

مگر ہالہ تو اپنی ہی سوچوں میں گم تھی اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ ضرور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گی کہ ان کے بابا کی پریشانی دور کر کے انہیں اتنے پیسے دے دیں کہ وہ بھی قربانی کے لیے بکرا لا سکیں۔ اور اس نے ایسا کیا بھی۔

اسکول سے گھر آ کر ہالہ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر دو نوافل پڑھے اور سجود میں دعا کی" یا اللہ آپ میرے امی بابا کی مشکلات آسان کر دیں۔ ان کی پریشانی دور کر دیں۔ اور ہمیں عید کے لیے ایک اچھا سا بکرا بھی دے دیں۔" نفل پڑھ کے بھی اس نے خوب دعا کی۔ اسے یقین تھا کہ

کے بابا کی پریشانی دور کر کے انہیں اتنے پیسے دے دیں کہ وہ بھی قربانی کے لیے بکرا لا سکیں۔ اور اس نے ایسا کیا بھی۔

اسکول سے گھر آ کر ہالہ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر دو نوافل پڑھے اور سجود میں دعا کی" یااللہ آپ میرے امی بابا کی مشکلات آسان کر دیں۔ ان کی پریشانی دور کر دیں۔ اور ہمیں عید کے لیے ایک اچھا سا بکرا بھی دے دیں۔" نفل پڑھ کے بھی اس نے خوب دعا کی۔ اسے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کہ دعا پوری کریں گے۔

امی جو بچوں کو کھانے کے لیے بلانے آئی تھیں انہوں نے ہالہ کو نفل پڑھ کے سجدے میں دعا کرتے سنا تو نم آنکھوں کے ساتھ دھیمے سے آمین کہہ کر دل میں دعا کی:" یااللہ! میری بیٹی کی دعا قبول فرمانا تا کہ اس کا تجھ پہ توکل قائم رہے۔"

شام کو سب لوگ لاونج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب بابا کے موبائل پہ کینیڈا سے کعب چچا کی ویڈیو کال آئی۔ بابا نے واٹس ایپ پہ سب کی چچا سے بات کروائی۔ جب سب بات کر چکے تو کعب چچا نے عوف صاحب سے کہا:" بھائی صاحب! میں نے کچھ پیسے بھیجے ہیں یہ میرے بچوں کی عیدی ہے۔ آپ انہیں ان کی پسند کی چیزیں دلوا دیجئے گا۔"

ارے کعب میاں اس کی کیا ضرورت تھی۔" بابا نے کچھ کہنا چاہا پر چچا نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

" یہ میرا اور میرے بچوں کا معاملہ ہے آپ کچھ مت کہیے۔" بابا نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ بچوں نے بھی انہیں شکریہ کہا کچھ دیر بات کرنے کے بعد انہوں نے کال بند کی تو بابا نے بینک کا میسج چیک کیا اور چونک کر بولے:" ارے یہ تو کعب نے بہت زیادہ پیسے بھیج دیئے ہیں۔"

کیا ہوا آپ پریشان کیوں ہو گئے؟" سبیعہ نے پوچھا تو عوف صاحب نے بتایا کہ کعب نے ستر ہزار روپے بھیجے ہیں۔ سب بچوں نے خوشی سے سوال کیا:

" بابا اب تو ہم بکرا خرید سکتے ہیں نا؟" بابا نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو امی نے زیر لب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا:

" شکر الحمدللہ میرے مالک تو نے میری بیٹی کی دعا سن لی۔ مجھے یقین ہے کہ اب اس کا ایمان مزید پختہ ہو گا۔" اور ساتھ ہی انہوں نے بچوں کو حکم دیا:" چلو سب لوگ جا کر مغرب کی نماز بھی پڑھو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے دو نفل بھی ادا کرو۔

کیونکہ یہ سب تو اللہ تعالیٰ ہی کا انعام ہے۔" سب جلدی سے کمرے کی طرف بھاگے تا کہ وضو کر سکیں ہالہ کا دل خوشی سے لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا اتنی جلدی قبول فرما لی۔

دوسرے دن عوف صاحب ایک اچھا سا بکرا خرید لائے اور ساتھ میں بچوں کے کپڑے جوتے بھی۔ عید والے دن سب گھر والے پہلے نماز عید پڑھنے گئے پھر عوف صاحب نے خود بکرا ذبح کیا۔

قصی اور انمار نے خوشی خوشی سارے ہمسائیوں کے گھر میں گوشت بانٹا۔



چھ من گوشت

(سچی کہانی)

صائمہ مسلم

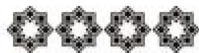
زیدی صاحب کو لسٹ بناتے دیکھ کر بیگم زیدی، زیدی صاحب کے پاس پہنچ گئیں، اور قربانی کے گوشت کی تقسیم کے بابت سوال جواب کرنے کے ساتھ یہ جتاتی رہیں کہ اس بار انھیں اپنا پورا ایک حصہ چاہیے۔ مزید ان کے حصے سے گوشت نکال کر نہ بانٹا جائے۔

زیدی صاحب خاموش بس ان کی باتیں سن رہے تھے۔ کیوں کہ انھیں معلوم تھا۔ اس وقت کچھ بھی کہنا" دیوار سے سر پھوڑنے" جیسا ہوگا۔

بیگم زیدی اپنی بات ختم کر کے کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

انھیں لگا ان کا کام ہو گیا ہے۔ اس بار ان کے حصے کا گوشت ان کو ہی ملے گا۔

عید الاضحی سے ایک رات پہلے زیدی صاحب قربانی کے گوشت کی تقسیم کے لیے ایک لسٹ بنا رہے تھے۔ جس میں ان سب رشتے داروں، غریبوں اور ضرورت مندوں کے نام شامل تھے، جن کو کل قربانی کے بعد گوشت پہنچانا تھا۔



عید الاضحی کی نماز کے بعد ہر کوئی اپنے دروازے پر بندھے بیل کو مٹھائی کھلا رہے تھے۔ مٹھائی کھاتے ہوئے صاف ہمیں بیل کی آنکھوں میں آنسو چمکتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

ایک کے بعد ایک گلی میں بندھے سب بیل کی قربانی ہو گئی تھی۔زیدی صاحب کے بیل کی قربانی ہوئی اور جھٹ پٹ بوٹیاں بنانا شروع بھی کر دی گئیں۔

ایک طرف سارے گوشت کا وزن کیا گیا۔پورا گوشت جو کہ صرف ایک بیل کا تھا۔تقریباً 6 من گوشت تھا۔

بیگم زیدی کو پتا چلتے ہی ان کے چہرے کی چمک یک دم دمکنے لگی۔

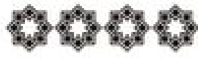
بیگم زیدی نے فوراً ہی زیدی صاحب کو کال کی۔زیدی صاحب مصروف تھے انھیں کال کا پتا ہی نہیں چلا۔بیگم زیدی سے رہا نہیں گیا انھوں نے بچے کو بھیج کر زیدی صاحب کو یاد کرایا۔

زیدی صاحب گوشت کی تقسیم کرنے میں بہت مصروف تھے۔بیگم زیدی کا پیغام سن کر تلملا اٹھے اور فوراً ہی دو لڑکوں کو آواز دی اور ایک حصہ جو گھر کا الگ کیا ہوا تھا (جس میں سے زیدی صاحب صرف آج دن کے کھانے کے لیے گوشت نکال کر باقی سارا گوشت بانٹنے کا ارادہ رکھتے تھے) اسے بیگم زیدی تک پہنچانے کو کہہ دیا۔

رشتے داروں،غریبوں اور ضرورت مندوں کو گوشت بانٹ کر فارغ ہوئے تو گھڑی میں تین بجے رہے تھے۔زیدی صاحب گھر سے باہر نکل گئے۔کچھ دوستوں سے علیک سلیک کرتے کب شام ہو گئی پتا ہی نہیں چلا۔

رات کے آٹھ بجے تھے۔جب زیدی صاحب اپنے ہمراہ دو لڑکوں کو ساتھ لے کر اس جگہ پہنچے جہاں بیل کی خرید و فروخت جاری تھی۔

ایک مناسب قیمت پر بیل خریدا اور گھر پہنچے تو سب دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔



تیسری عید کی صبح زیدی صاحب نے بیل کی قربانی دی اور دل کھول کر گوشت بانٹا۔دو سے تین گھنٹے میں سارے کام نمٹانے کے بعد چین کی سانس لی۔ان کے دل پر جو بوجھ تھا وہ اب ختم ہو چکا تھا۔آج انھیں چین وسکون کی نیند میسر ہونی تھی۔

دن کے تین بج رہے تھے۔زیدی صاحب نے تازہ دم ہو کر کھانا کھایا اور آرام کی غرض سے اپنے کمرے میں جا کر سو گئے۔عصر کی نماز کے وقت آنکھ کھلی نماز ادا کیا۔ پھر دوستوں میں کچھ دیر بیٹھے۔مغرب کی نماز پڑھ کر گھر واپس چل پڑے۔

بیگم زیدی نے اپنے حصے کے سارے گوشت کا چھوٹا چھوٹا پیکٹ بنا کر فریج میں ٹھونس رکھا تھا۔شام کو انھیں چپلی کباب بنانے کی خواہش ہوئی۔ چل پڑیں فریج سے گوشت نکالنے۔پہلا پیکٹ نکالا۔گوشت میں بالکل بھی برف نہیں لگی تھی۔انھیں تشویش ہوئی۔فوراً پیکٹ کھول کر گوشت کو الٹ پلٹ کیا تو پتا چلا گوشت تو خراب ہو گیا ہے۔گوشت کا رنگ جگہ جگہ سے ہرا ہو چکا ہے۔

یہ دیکھ کر بیگم زیدی کے اوسان خطا ہو گئے۔اس پیکٹ کو دور رکھا اور دوسرا پیکٹ فریج سے باہر نکالا۔مگر یہ کیا اس میں بھی گوشت کا رنگ ہرا ہو چکا تھا۔ایک کے بعد دوسرا پھر تیسرا پیکٹ کھول کر دیکھا اور سب پیکٹ میں گوشت کا رنگ ہرا نظر آیا۔

یہ دیکھ کر بیگم زیدی نے فوراً ہی گھر کے باقی لوگوں کو آواز

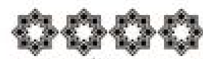
لگائی اور سب کو گوشت دکھا کر پوچھا اب کیا کرنا چاہیے۔
سب نے ایک ساتھ کہا اب یہ کھانے کے لائق نہیں اسے گھر کے باہر رکھ دیں۔ زیدی صاحب کو عشا پڑھنے جانا تھا وہ بنا ردعمل دیے مسجد کی طرف چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد سارے گوشت کو ایک بڑے سے بورے میں ڈال کر گھر کے باہر رکھ دیا۔ عشاء کی نماز کے بعد زیدی صاحب کا چھوٹا بھائی آیا۔ جنھیں خاص کر فون کر کے بلایا تھا۔ چپلی کباب کھانے کے لیے۔

بات چیت میں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔ اچانک زیدی صاحب کے بھائی کو یاد آیا اندر آتے ہوئے انھوں نے باہر کوئی بوری پڑی دیکھی۔ جس کے بابت پوچھنے پر انھیں سارا ماجرا پتا چلا اور وہ ہکا بکا رہ گئے۔

پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا کہ ضروری نہیں گوشت کا رنگ ہرا ہو جائے تو وہ خراب ہو جاتا ہے۔

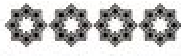
اکثر اپنے آس پاس کے لوگوں سے سنا ہے گوشت خراب نہیں ہوا ہوتا بس ذرا سی کانٹ چھانٹ سے اسے پکا کر کھایا جا سکتا ہے۔



بوری اٹھا کر گھر لایا گیا اور ایک گھنٹے لگا کر چیک کیا اور اچھی طرح دیکھا تو معلوم ہوا صرف چند پیکٹ میں گوشت کا رنگ ہرا ہوا تھا۔ جسے الگ کر دیا گیا۔ باقی گوشت آس پڑوس اور غریبوں میں بانٹ دیا گیا۔

اس واقعے سے بیگم زیدی اتنی افسردہ ہوئیں کہ دو دن تک بیمار رہیں۔ بیماری سے نکلیں تو سب سے پہلے عہد کیا کہ آئندہ ایسی حماقت کبھی نہیں کریں گی۔

اب تو بیگم زیدی ہر سال اپنے ہاتھوں سے گوشت کی تقسیم کرتی اور مطمئن ہوتی ہیں۔ کچھ کام میں دخل اندازی کی جائے تو نقصان ہوتا ہی ہے۔ جب نیت صاف ہو تو اللہ بھی اپنا کرم فرماتا ہے۔



سیّدنا معاویہؓ قوی اور امانت دار تھے

سیدنا عبداللہ بن بسر رضي اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر اور عمر رضي اللہ عنہما سے کسی معاملے میں مشورہ طلب کیا جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم رادہ رکھتے تھے تو ان دونوں نے کہا:

"اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں"

تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ!"

تو جب وہ (معاویہ رضي اللہ عنہ آکر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس (معاویہ) کو اپنے معاملے میں گواہ بناؤ (اور) اپنے معاملے میں شامل کرو کیونکہ یہ قوی اور امین ہے" (مسند البزار)

احمد بن محمد

مجاہد بن محمد ارحابی

وہ کون تھے؟؟

سلسلہ ۳۸

ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ والد کا نام عبدالمناف اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ ان کے چھوٹے بھائی نے ان سے پہلے اسلام قبول کرلیا تھا۔

ایک روز ان کے چھوٹے بھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبادت میں مصروف تھے کہ ان کے والد محترم نے دیکھ لیا۔ تب انہوں نے اپنے بڑے بیٹے یعنی ابوعبداللہ کو ان کے ساتھ عبادت میں شامل ہونے کی تلقین کی۔

چنانچہ ابوعبداللہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جا کھڑے ہوئے اور عبادت کرنے لگے۔

اس دن کے بعد ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی اور یوں مشرف با اسلام ہوئے۔

جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانا شروع کر دیئے تو آپ رضی اللہ عنہ بھی دیگر مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ ہجرت کر گئے۔ انہیں نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی ترجمانی کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ یہ لوگ کئی سال تک حبشہ میں مقیم رہے۔ کئی سالوں بعد جب یہ جماعت مدینہ منورہ پہنچی تو مسلمان خیبر فتح کر چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابوعبداللہ کو دیکھا تو فرمایا:

''میں نہیں جانتا کہ مجھے خیبر کی فتح کی زیادہ خوشی ہے یا تمہارے آنے کی۔''

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر محبوب تھے۔

صلح حدیبیہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف عرب کے بادشاہوں کو دعوتی خطوط بھیجے۔ ان میں سے ایک خط شاہ غسان کے نام تھا۔

شاہ غسان نے سفارتی روایات کو پامال کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو بے دردی سے شہید کر ڈالا۔ چنانچہ اس مسئلے پر بازنطینیوں اور مسلمانوں کے

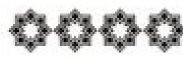
درمیان کشیدگی پیدا ہوئی اور نوبت جنگ تک جا پہنچی۔ چنانچہ سن آٹھ ہجری کو اردن کے قریب موتہ کے مقام پر ایک خون ریز جنگ ہوئی۔

جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کے سپہ سالار نے شجاعت کے ساتھ جنگ کی۔ رومی افواج نے مسلمانوں کے سپہ سالار کو نیزوں کی مدد سے زمین پر گرا کر شہید کر دیا تو تب ابوعبداللہ نے علم سنبھال کر اسلامی لشکر کی قیادت کی مگر جب وہ گھیرے میں آگئے اور محسوس کر لیا کہ اب شہادت قریب ہے تو انہوں نے جنگی حکمت عملی تبدیل کی اور گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور پیدل لڑائی شروع کر دی۔ انہوں نے دشمن کا جواں مردی سے مقابلہ کیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ ان کے ارد گرد بیسیوں دشمن گرے پڑے تھے اور ان کے جسم پر اسی کے قریب زخم تھے۔ اس کے باوجود بھی وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کے دونوں بازو کٹ گئے اور وہ شہید ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور ان کے لیے دعائے رحمت کی۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات اور بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین



ماہ ذی قعدہ "وہ کون تھے؟" سلسلہ کا درست جواب:
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

وہ کون تھے؟؟

شمارہ ذُوالقِعدۃ ۱۴۴۳ ہجری کے انعام یافتہ

محمد عیسیٰ السیف...... بہاولپور

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

محمد مصعب...... بہاولپور۔ عمار حسین...... کہروڑ پکا۔ بنت عبدالہادی...... کہروڑ پکا۔ داؤد السیف...... بہاولپور طیبہ ......چنیوٹ۔ گلزار احمد...... ڈیرہ اسماعیل خان۔ ہمشیرہ حسنین معاویہ...... ڈیرہ اسماعیل خان۔ محمد عمر چغتائی...... کہروڑ پکا۔ اقصیٰ امان......ڈیرہ اسماعیل خان۔ کفایت اللہ......عبدالمجید شاکر...... دانیال حسن چغتائی......کہروڑ پکا۔ محمد عمار......ڈیرہ اسماعیل خان۔ محمد السیف...... بہاولپور۔ اقصیٰ حمید، نارووال۔ بشریٰ حمید، نارووال۔ محمد انس، کوٹ ادو۔ محمد حسین احمد، نواب شاہ۔ الطاف گوہر، کراچی۔ ہمشیرہ ابوبکر، حیدرآباد۔ نور الہی، کراچی۔



دانش کدہ

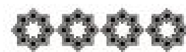
جہاں امام العقلاء، شاہ نبلاء بوجھ بجھکڑ آپ کی مشکلات کے جواب دیتے ہیں

محترم جناب بوجھ بجھکڑ صاحب

نحو اور صرف کو سیکھنے کا آسان سا حل بتائیں؟

☆......حل تو پانی میں ہی آسان رہے گا البتہ اگر سیکھنے کا طریقہ معلوم کرنا مقصود ہے تو سوال درست کرکے دوبارہ بھیجے گا۔

(نایاب ربنواز، دومیل)

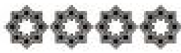


محترم جناب بوجھ بجھکڑ صاحب

اس دور میں مہنگائی سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔

☆مہنگی چیزوں سے بچ کے

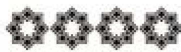
(آمنہ ربنواز دومیل)



محترم جناب بوجھ بجھکڑ صاحب

اینٹ سے اینٹ کیسے بجائی جاتی ہے؟

☆جیسے پتھر سے پتھر اور لوہے سے لوہا بجایا جاتا ہے

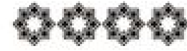


محترم جناب بوجھ بجھکڑ صاحب

آپ اپنے اس عہدے سے کب مستعفی ہو رہے ہیں

☆......آپ اس عہدے کے لئے اہل نہیں اس لئے آپ فکر مند نہ ہوں۔

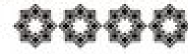
مریم ربنواز دو میل اٹک



محترم بوجھ بجھکڑ صاحب!

اندھوں میں کانا راجا سے کیا مراد ہے؟

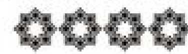
☆یہی مراد ہے کہ اندھوں میں کانا راجا ہوتا ہے۔



محترم بوجھ بجھکڑ صاحب!

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ رات کو سونے کے بعد دن کو نیند ضرور آتی ہے جبکہ دن کو سونے کے بعد رات کو نیند بالکل نہیں آتی؟

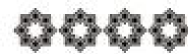
☆اگر دن کو نہ سویا جائے تو رات کو نیند ضرور آتی ہے اور رات کو وقت پر سویا جائے تو دن کو نیند بالکل نہیں آتی۔



محترم بوجھ بجھکڑ صاحب!

محبت اور محنت کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ ان کی شکل کافی حد تک ملتی جلتی ہے؟

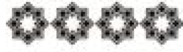
☆......محبت محنت کی پھوپھی زاد ہے اور محنت محبت کی ماموں زاد



محترم بوجھ بجھکڑ صاحب!

توے پر روٹی پکاتے ہوئے پہلے ہمیشہ الٹی سائیڈ کیوں پکتی ہے؟

☆کیونکہ الٹی کھوپڑی کو ہر کام کی جلدی ہوتی ہے

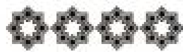


محترم بوجھ بجھکڑ صاحب!

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان تھے آپ کے اندازے کے مطابق آخری وزیر اعظم کون ہو سکتے ہیں؟

☆......جو پاکستان میں آخری بار وزیر اعظم بنائے جائیں گے وہی آخری وزیر اعظم ہونگے۔

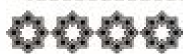
(ہمشیرہ حسنین معاویہ، ڈیرہ اسماعیل خان)



محترم جناب والا!

آپ اپنے محل کدہ میں اس بار کون سا جانور قربانی کے لئے ذبح کر رہے ہیں؟

☆......انشاء اللہ موٹا تازہ دنبہ



جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

اس بار ہم سوچ رہے ہیں آپ کو عید پر گوشت بھجوائیں اور آپ پکا کر ہمیں دعوت پر بلا لیں؟

☆میں پکا کر دعوت پر نہیں بلاتا، بلا کر پکاتا ہوں

(نور احمد بخاری)

آدھی ملاقات



السلام علیکم!

محترم و مکرم مدیر صاحب!

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ہمیشہ اپنے دین کی محنت کے لئے قبول فرمائیں آمین۔

امید ہے کہ آپ سب خیر و عافیت سے ہونگے، اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

جمادی الثانی، رجب المرجب، شعبان المعظم، رمضان المبارک، شوال المکرم اور ذیقعدہ کے شمارے الحمدللہ وقت پر ملتے رہے۔ تمام شماروں میں تمام کہانیاں زبردست تھیں۔

ذیقعدہ کے شمارے میں اپنی بہت پہلے بھیجی ہوئی آرٹ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس شمارے کی تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں خاص طور پر ''خوش نصیب پتھر'' بھائی عمار حسین نے بچوں کو خوبصورت اور آسان انداز میں حجرِ اسود کے بارے میں بتایا۔

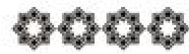
اللہ رب العزت ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے آمین۔ امیر محترم کا مضمون ہمیشہ کی طرح ہمارے لیے مشعل راہ تھا۔ واقعی ہمیں اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ رب العزت ہمیں حب دنیا کے مرض سے بچائیں۔ آمین

چھوٹی سی کوشش، انوکھا انٹرویو، پھر نہ کہنا اور رخصتی کے ساتھ ساتھ تمام تحریریں بہت ہی دلچسپ اور سبق

آموز تھیں۔ اللہ رب العزت ہمیں صحیح معنوں میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

آخر میں جہاد سے محبت رکھنے والوں کو سلام اور ہر نماز کے بعد خصوصی دعا کی درخواست۔

والسلام: ہمشیرہ حسنین معاویہ، ڈی، آئی، خان



السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!!

تمام قارئین کرام لکھاری حضرات اور محترم ومکرم مدیر صاحب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔جون کا شمارہ بہت دیر سے اپلوڈ ہوا۔

شمارے کا سرورق بہترین تھا۔اداریہ میں محترم مدیر صاحب نے علم نافع کے حوالے سے ایک خوبصورت اور عمدہ سبق دیا۔اللہ ہم کو علمِ نافع عطاء فرمائے وہ علم جو خود کیساتھ دوسروں کو بھی نفع دے۔ اب آتے ہیں تحریروں کی طرف"جوہر خاص" بھائی محمد فیصل علی نے اپنی اس تحریر میں ایک خاص سبق دیا کہ ہر انسان میں تمام خوبیاں نہیں ہوتیں، مگر ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے خامی کیساتھ خوبی بھی رکھی ہوتی ہے۔کوئی چیز ناکارہ نہیں ہوتی بقول علامہ محمد اقبالؒ کے۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

حدیث کہانی"گھر کی کھڑکی"مختصر مگر اچھی تحریر تھی۔ رازِ سربستہ" نے ہماری معلومات میں اچھا خاصا اضافہ کیا۔"ناکامی کی وجہ" بھائی محمد شعیب نے اپنی اس تحریر میں ایک عمدہ سبق دیا۔پاکیزہ لہریں،عزیز جان امیر محترم حفظہ اللہ کا مضمون ہمیشہ کی طرح بے حد نافع رہا"امانتداری"ام رومان کی تحریر بھی اچھی تھی۔عمار حسین صاحب کی تحریر"خوش نصیب پتھر" حجر اسود کے متعلق معلومات سے بھرپور بہترین تحریر تھی۔محمد قاصد ترابی بڑے مہینوں بعد نظر آئے۔

ختم نبوت کے متعلق انکی تحریر بڑی کمال کی تھی۔"رخصتی" داؤد طلحہ السیف صاحب کی تحریر مختصر مگر اچھی تحریر تھی۔دانش کدہ میں جناب بوجھ بجھکڑ کے جوابات سے ہم خوب محظوظ ہوئے۔وہ کون تھے" میں جناب دانیال یاسر کو انعام جیتنے پر مبارک باد۔آرٹ گیلری میں سبھی کے آرٹ شاندار تھے۔آدھی ملاقات میں سبھی کے خطوط شاندار تھے۔ پرانے لکھاری حضرات وخواتین سے میری یہ گزارش ہے کہ قارئین کرام کے بے حد اصرار کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر ایک آدھ تحریر رسالے میں ضرور بھیجا کریں۔ اس مبارک رسالے سے قطع تعلق ناں ہو جائیں۔جو اس مبارک رسالے سے کٹ جاتا ہے وہ بہت سی خیروں و برکتوں سے کٹ جاتا ہے۔امید ہے کہ آپ ہماری گزارش پر دھیان دینگے۔اللہ سب کا مدد گار ہو۔

والسلام: تسلیمہ موسیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے رب العالمین سے کہ آپ سب خیر و عافیت سے ہوں گے۔ ماہ ذیقعد کا رسالہ بہت خوبصورت تھا۔ سب سے پہلے بات کی جائے تو اس رسالہ کی ایک خاص خوبی ہے شروع میں ہی فرمان باری تعالیٰ اور فرمان رسول اکرم ﷺ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی انسان دعا اور حدیث یاد کرے تو بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ اس کے بعد مدیر محترم کے خوبصورت الفاظ پڑھے جو کہ ماشاء اللہ قابل تعریف ہیں۔ مدیر اعلیٰ سے ایک گذارش ہے کہ تھوڑا سا وقت نکال کر ایک تحریر لکھا کریں۔

ماشاء اللہ سب لکھاری حضرات بہت اچھا لکھتے ہیں۔ ''چھوٹی سی کوشش'' تحریر بہت سبق آموز تھی۔

بیشک خیر کے کام کرنا دکھاوے کے لیے نہیں ہوتا پر افسوس آج کل یہ ایک رواج بن چکا ہے۔

''جوہر خاص'' تحریر بہت خوبصورت تھی۔ محمد فیصل علی بھائی بہت خوبصورت تحریریں لکھتے ہیں ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ بھائی کو ہمیشہ اچھا لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

''انوکھا انٹرویو'' بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس شمارے میں مجھے ''ناکامی کی وجہ'' گھر کی کھڑکی'' اور ''ڈیجیٹل چوری'' سب سے زیادہ پسند آئیں۔ سب تحریریں بہت سبق آموز تھیں۔

محمد قاصد بھائی کے تحریریں بہت سبق آموز ہوتی ہیں ان سے اور دانیال بھائی سے مستقل لکھنے کی درخواست ہے۔ بوجھ بجھکڑ کی دانشمندی قابل تعریف ہے۔

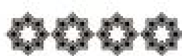
آدھی ملاقات تو اب سچ میں ادھوری ہوتی ہے۔ ایک تو وجہ یہ ہے کہ مدیر محترم قارئین کو جواب نہیں دیتے ہیں اور ردی کی ٹوکرے کا تو ذکر ہی نہیں ہوتا۔

مدیر محترم سے گزارش ہے کہ جرنیل جیش محمد مفتی عبدالرؤف اصغر کا ایک بیان رسالے میں لگایا کریں تاکہ لوگوں میں جہاد کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ کیونکہ جرنیل جیش کے الفاظ دل میں اتر جاتے ہیں جرنیل جیش محمد کو محبت بھرا اسلام اور دعاؤں کے درخواست۔

زبیر طیب بھائی سے درخواست ہے کہ جلد ایک اور جانباز جیسا سلسلہ شروع کریں۔ جانباز تو قابل تعریف ہے بہت حیرانی ہوتی ہے کہ ماشاء اللہ کوئی اتنا اچھا لکھ سکتا ہے جیسا زبیر طیب بھائی نے لکھا ہے ان کی ہر تحریر بہت زبردست ہوتی ہے۔ جانباز سے پہلے والے بھی اور جانباز کے بعد والی تحریر بھی لاجواب ہوں گی۔ انشاء اللہ

امیر محترم سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام: اخت محمد فہد



عید اور بکرا

خوبصورت ہے بہت بکرا میرا
پھر بھی لگتا ہے ذرا سا سرپھرا

گھومنے کو رہتا وہ بیتاب ہے
کھول دوں تو کہتا وہ آداب ہے

اس کی کرتا ہوں میں خدمت صبح وشام
جب سے چھٹی ہے یہی ہے میرا کام

گندگی اس کی میں کردیتا ہوں صاف
اس کی کردیتا ہوں سب غلطی معاف

اچھا اچھا میں کھلاتا ہوں اسے
کھول کر باہر چراتا ہوں اسے

پہلے اس نے مجھ کو سمجھا اجنبی
جب کہ میں اس کو سمجھتا تھا غبی

اس سے میری دوستی اب ہوگئی
ساتھ اس کے زندگی اب ہوگئی

آگیا بقرعید کا دن آگیا
بڑھ گیا کچھ میرے دل کا وسوسہ

اس نے دیکھا میں نے بھی دیکھا اسے
بے خودی میں میں نے پھر چوما اسے

یہ ہے گردن یہ چھری نام خدا
ہوگیا قربان دیکھو ہوگیا

شاعر: انصار احمد معروفی (بھارت)

عید الاضحی مبارک

EID AL-ADHA MUBARAK

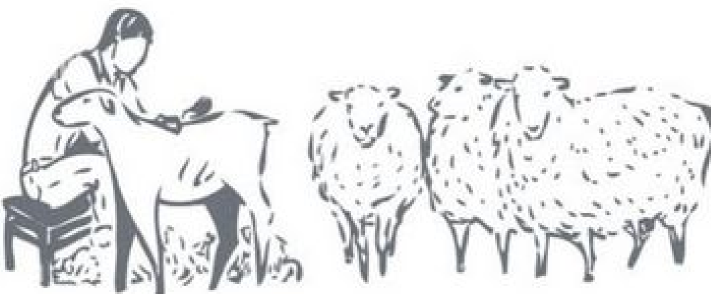












بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید یوسف حسن

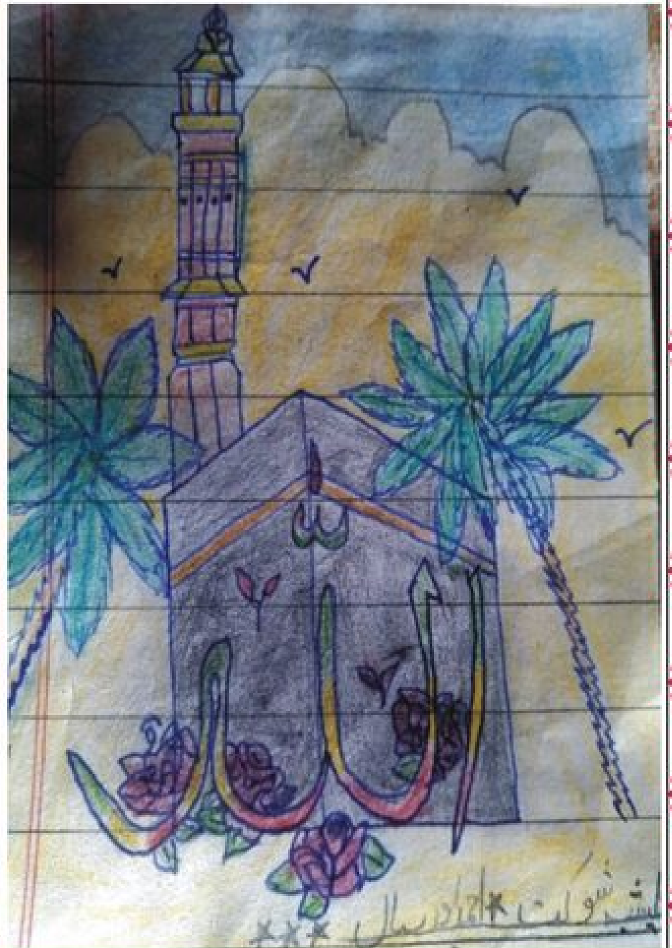
الجہاد

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

ترجمہ:

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں



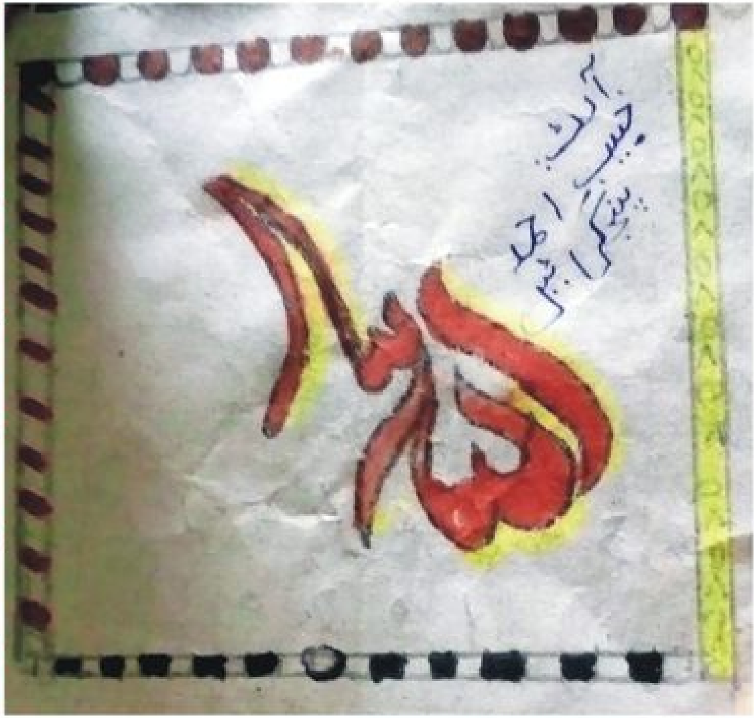





Eid
Mubarak


EID MUBARAK
(Azka Gull. Kocha Khuh)









ہم وہ نہیں رہے

جب تک جہاں میں پیکرِ حسن یقیں رہے
ہم عظمتوں کی سیج پر مسند نشیں رہے

جب تک رہا تھا منبر و محراب کا سنگھار
ملت کے تاج و تخت جہاں سے حسیں رہے

ہاتھوں میں جب تلک رہے توحید کے علم
اہل جہاں ہمارے ہی زیر نگیں رہے

اللہ کو چھوڑ کر ہوئے جب ہم صنم پرست
در در کی ٹھوکروں سے کہیں کے نہیں رہے

منزل چھٹی تو راستے انجان بن گئے
چلنے کے باوجود وہیں کے وہیں رہے

جب بارگاہ کفر میں ہونے چلے عزیز
پھر یوں ہوا کہ ہاتھوں میں دنیا نہ دیں رہے

طاغوت کی مجال کیا، آتا وہ سامنے
انور فقط یہ بات کہ ہم وہ نہیں رہے

شاعر / انور جمیل

